پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

نفع بخش علم

عن زید بن ارقم رضی الله تعالیٰ عنه قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: اللهم انی اعوذ بک من علم لا ینفع، ومن قلب لا یخشع ومن نفس لا تشبع، ومن دعوة لا یستجاب لها. (صحیح مسلم)

زید بن ارقم رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے۔اے اللہ میں تجھ سے ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع بخش نہ ہواور ایسے دل سے بھی پناہ مانگتا ہوں جو تجھ سے نہ ڈرے اور ایسے نفس سے پناہ مانگتا ہوں جو آسودہ نہ ہو اور ایسی دعا سے بھی پناہ مانگتا ہوں جو تیری بارگاہ میں قبول نہ کی جائے۔(صحیح مسلم 2722)

اسلام نے ایسے علم کے حصول کی ہمت افزائی کی ہے اور ترغیب دی ہے جو انفرادی طور پر بھی مفید ہو اور اجتماعی طور پر بھی مفید ہو اور ایسے علم کے حصول کی حوصلہ شکنی کی ہے جس سے انفرادی طور پر نقصان ہو اور اجتماعی طور پر بھی نقصان ہو۔اس حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے علم سے پناہ مانگی ہے جو انسان کے لیے مفید نہ ہو اور وہ انسان کے لیے گمراہی اور خسارہ کا سبب بنتا ہو۔انسان کی پیدائش کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ کی معرفت اور اس کے رسول کی معرفت کے بعد شریعت کے بتائے گئے طریقے کے مطابق عبادت کریں تا کہ اس کو دنیا وآخرت میں بھی کامیابی ملے۔قرآن میں ایک جگہ اللہ تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا ہے وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْماً (سورہ طہ:۱۱۶)اور اے نبی آپ دعا کیجئے کہ پروردگار میرا علم بڑھادے'' ۔اس سے نفع بخش علم کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔دنیا میں اس وقت علوم کی بھر مار ہے لیکن انسان کو اپنے فہم وفراست سے یہ تمیز کرنی ہوگی کہ کون سا علم اس کے لیے اور اس کے خاندان اور معاشرہ کے لئے مفید ہے اور کون سا علم غیر مفید ہے کون سا علم اس کے لیے خوشحالی کا سبب بنے گا۔اور کون سا علم اس کے لیے دنیا اور آخرت کے لیے خسارے کا سبب بنے گا۔ایک موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر علم جو انسان کے لیے نفع بخش نہ ہو وہ اس چھپے ہوئے مال ودولت کی طرح ہے جس میں سے کچھ بھی اللہ کے راستے میں خرچ نہ کیا جائے۔اس حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ ایسے علم سے کیا فائدہ جو دوسروں کو فائدہ نہ پہنچا سکے اور خود علم حاصل کرنے والے کے لیے بھی ضرر رساں ہو۔اسلام نے خاص طور سے ایسے علم کی حوصلہ افزائی کی ہے جو علم اللہ اور اس کے رسول کی معرفت اس کی خشیت اور دین کے دیگر اعمال کی انجام دہی کی طرف رہنمائی کرے۔قرآن میں اللہ تعالی نے فرمایا وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (سورہ سبا:۶)اور جنہیں علم ہے وہ دیکھ لیں گے جو کچھ آپ کی جانب سے آپ کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ (سراسر) حق ہے اور اللہ غالب خوبیوں والے کی راہ کی رہبری کرتا ہے۔اللہ تعالی نے دوسری جگہ قرآن میں فرمایا جو علم کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاء اللَّيْلِ سَاجِداً وَقَائِماً يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ (سورہ زمر:۹)''بھلا جو شخص راتوں کے وقت سجدے اور قیام کی حالت میں گزارتا ہو آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو بتاؤ تو علم والے اور بے علم والے کیا برابر کے ہیں یقیناً نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہیں'' ۔قرآن میں ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے مفید علم حاصل کرنے والوں کی فضیلت ان لفظوں میں بیان کی ہے۔إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاء اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔(سورہ فاطر آیت نمبر 28)اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سبھی کو دنیاوی علوم کے حصول کے ساتھ دین کا علم بھی حاصل کرنے کی توفیق دے تا کہ دینی احکام سے اچھی طرح واقفیت کے بعد صحیح عمل کرسکیں اور ایسے علم سے بچائے جو اللہ سے قریب کرنے کے بجائے اس سے بے تعلق کردے۔دل سے اللہ کا خوف ختم ہوجائے اور آخرت کی جوابدہی کا احساس نہ رہے۔

☆☆☆

مدیر مسئول

اصغرعلی امام مہدی سلفی

مدیر

مولانا محمد خورشید عالم

مدیراعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
اسماء حسنیٰ: حقیقت اور تقاضے	۷
رحمت للعالمین ﷺ کا عجز وانکسار	۱۱
کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر خانہ کعبہ اور عرش سے بہتر ہے؟	۱۵
علم دین کی اہمیت وفضیلت	۲۰
زنا کی سنگینی اور فرد وسماج پر اس کے برے اثرات	۲۴
لہو ولعب اور باطل سے اشتغال	۲۶
مولانا محمد ابراہیم رحمانیؒ کی دعوتی خدمات	۲۸
جماعتی خبریں	۳۰
گاؤں میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجئے	۳۱
اکیسواں کل ہند مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک

سالانہ ________ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ________ ۷/روپے
پاکستان ________ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغرعلی امام مہدی سلفی

اسلام میں جنگ کے کچھ اصول وآداب

اسلام سراپا رحمت ورافت اور امن وشانتی کا علمبردار ہے۔ اس کے الفاظ و معانی اور اس کی روشن تعلیمات سب اسی کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اس کے اولین حاملین نے اپنے آپ کو اسی رحمت ورافت اور سلم وحلم کے پیکر میں ڈھال رکھا تھا۔ خالق کون ومکان اور اور مالک انس وجاں نے آسمان کے امین جبرئیل روح القدس اور کائنات کے امین وصادق اور سارے عالم کے لیے سراپا امن وشانتی اور رحمت بن کر آنے والے اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے کائنات کو یہ نعمت عظمیٰ عطا فرمائی اور اس کے بہترین مظاہر خود نبی آخرالزماں ﷺ اور آپ کے ہردلعزیز اور انسانیت کے علمبردار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ عالم آشکارا ہوئے۔ اس کے نیک اثرات اور بہترین نتائج اور ثمرات سے سسکتی اور بلکتی انسانیت کو سکون ملا۔ چونکہ اسلام دین فطرت ہے، اس لیے سراپا سلم وحلم ،صلح وامن اور عفو ودرگذر ہونے کے باوجود اس نے مکافات عمل کو بھی مناسب اور موقع ومحل کے حساب سے قانونی حیثیت دی ہے۔ کیوں کہ عدل کے تقاضے صرف عفو ودرگذر اور ایک گال پر تھپڑ کھانے کے بعد دوسرا گال بھی پیش کردینے سے حاصل نہیں ہوسکتے۔ گوکہ ایسا کرنا بذات خود مظلوم کی حوصلہ مندی، بلند اخلاقی اور اس کی مردانگی پر دلالت کرتا ہے مگر عدل وانصاف کا تقاضا ہے کہ ”لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها“.

فاطمہؓ بنتِ محمدؐ بھی اگر چوری کرے
عدل کا دستور ہے کہ ہاتھ کاٹا جائے گا

ہرجگہ قانون اور انصاف اپنا کام کرے گا۔ ورنہ عفو ومعافی کا معاملہ، ہوسکتا ہے کہ کبھی مظلوم پر ظلم کا مزید شاخسانہ بن جائے اور ظالم کے لیے مزید طغیان اور عدوان کا راستہ اور کھول دے۔ ہاں اگر قانونا اور دستوری طور پر مظلوم اور اس کے اہل وعیال اور مقتول اور اس کے ورثہ کو انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے اور قصاص اور بدلہ لینے کا اختیار دیں اور وہ اس اختیار کو استعمال کرتے ہوئے قاتل اور ظالم کو معاف کردیتا ہے تو اس کی عالی ہمتی اور عزم وحوصلہ لائق تعریف بنتی ہے اور وہ قدرت قصاص وحدود کے بعد اس عفو ودرگزر کی وجہ سے ”فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ“ ”اور جو معاف کردے اور اصلاح کرلے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے فی الواقع اللہ تعالیٰ

ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔‘‘(سورہ شوریٰ:۴۰) جیسی خوش خبری کا مستحق ہوگا۔

آپ غور کریں کہ اسلام جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے، وہ مظلوم کو دفاع کا حق دیتا ہے۔قرآن کریم نے بڑی تفصیل سے واقعات وحالات اور نوازل وحادثات کی مناسبت سے مسلمانوں کو، بالفاظ دیگر کسی بھی مظلوم کو دفاع کا حق دیا ہے، جو کہ فطرت کے عین مطابق ہے اور دنیا کا ہر انصاف پسند دل کی گہرائی سے اس کی گواہی دینے پر مجبور ہے۔قرون وسطی کی وہ تمام اقوام جنہوں نے اسلام دشمنی میں اپنی زندگیاں کھپادیں اور عصر حاضر کے یورپی اور مغربی مفکرین ومورخین اور مستشرقین جنہوں نے اسلام کے خلاف زہر اگلنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ،انہوں نے بھی جب ادنی انصاف برتا اور دل کے دریچے کو تھوڑی دیر کے لیے کھلا چھوڑا تو ان میں سے اکثر حلقہ بگوش اسلام ہوئے ،ورنہ کم از کم ثناخوان اسلام ومسلمان اور مدح سرائے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے ،جن کی فہرست بہت طویل اور قدیم بھی ہے۔خود نزول قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے ورود کے وقت بھی ہجوم ویلغار اور ہٹو بچو کی کیفیت کے باوجود لوگ پروانوں کے مثل شمع محمدی پر گرے جا رہے تھے۔کیوں کہ آپ کی سیرت واخلاق کا مشک وعنبر ہی ایسا ہے کہ وہ اپنی خوشبوئیں خود بکھیرتا ہے اور مشام جان انسانیت بلکہ مخلوقات کو معطر کرتا رہتا ہے۔

مشک آنست کہ خود ببوید، نہ آنکہ عطار بگوید

اس لیے اسلامی جہاد پر کسی نقد وتبصرہ اور اعتراض وکلام سے پہلے اس کی حقیقتوں، مصلحتوں اور ضرورتوں ، بلکہ اس کی مجبوریوں اور اضطراریوں کو بھی ضرور ملحوظ خاطر رکھنا عین تقاضائے عدل وانصاف اور فطری وعقلی ضرورت ہے۔جو جنگ سے متعلق اسلامی تعلیمات اور آداب وشروط جہاد کے جاننے کے ساتھ اوقات جہاد میں مسلمانوں کے اخلاق واعمال پر منصفانہ نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتی ہیں۔

بات اسلامی جنگوں کی چل رہی تھی ۔سابقہ سطور میں اسلامی جہاد کے کئی اسباب ووجوہات اور فلسفات واصول ذکر کیے گئے ہیں۔جہاد کا ایک اور اہم اصول یہ بھی ہے کہ:

جنگی ضرورتوں سے عدم تجاوز: قارئین کرام کے ذہن ودماغ میں یہ بات محفوظ ہوگی کہ اسلام عدل وانصاف کا علمبردار ہے اور انصاف کا تقاضا ہے کہ مظلوم کو ظالم سے بلا افراط وتفریط بدلہ کا حق دیا جائے۔ چنانچہ اسلام نے یہ حق ہر مظلوم اور صاحب حق کو دیا ہے۔اقوام عالم میں سے بہتیرے اس حق کے ماننے اور جاننے پر مفتخر ہیں اور بزبان خویش اپنی ثناخوانی و خودستائی کرتے نہیں تھکتیں ، وہ بھی عدالت کے ایوانوں تک، نہ کہ جنگ کے میدانوں میں۔یہاں تو سب (للاکثر حکم الکل) حمام میں ننگے نظر آتے ہیں اور دعوائے عریض وطویل کے باوجود جنگ عظیم اول ودوم جو مہذب اقوام کی آپسی جنگیں تھیں کا حال اور مآل کس کو معلوم نہیں۔یونانیوں ، ایرانیوں، ہندوستانیوں، افریقیوں ،مصریوں بابلیوں ، تاتاریوں خود عرب کے عبس و ذوبیان، داحس وغبراء اور قبائل عرب کے جھگڑوں اور جنگوں کا حال سب کو معلوم ہے۔فاتح اقوام کے جذبہ قتل وخونریزی ،تکبر، استیلاء، غلبہ وفتح وکامرانی کا نشہ اور غیض وغضب کا انجام عالم آشکارا ہے۔اور إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ‘‘کہ بادشاہ جب کسی بستی میں گھستے ہیں تو اسے اجاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے باعزت لوگوں کو ذلیل کردیتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔‘‘(سورہ النمل:۳۴) سے تو ناقص العقل عورت جو ساز وسامان، دولت دنیا جہان، لاؤلشکر جرار، طاقت وقوت، حرب وضرب اور جنگ وپیکار سے سرشار اور ’’اوتیت من کل شئی ‘‘ کی سزاوار ہے جنگ کی تباہی وبربادی کا نقشہ اس طرح کھینچ رہی ہے تو وہ جو جنگوں کی ہولناکیوں، ہیروشیما پر بمباریوں اور جنگ عظیم اول ودوم کی کاری ضربوں سے نیست ونابود اور آہ وکراہ کے شکار ہوئے اور سامان عبرت بن گئے ان کو کون نہیں جانتا۔ہر دور میں انسانیت ان ناانصافیوں اور زیادتیوں کے پاداش میں ہی کراہتی رہی ہے اور اس کے ساتھ جو کچھ جنگ کے میدانوں میں روا رکھا گیا اس کی مثال بھی نہیں ملتی اور مہذب دنیا جنگی جرائم کے مرتکبین کو جنگی مجرمین کے لیے متعین کی گئی سزا کبھی بھی دے نہ سکی ، ہمیشہ کاغذی گھوڑا دوڑانے اور ہاتھی کے دانت دکھانے کے علاوہ کچھ نہ کرسکی اور وہ ایک مہذب قوم ہونے کے مظاہرہ محض سے آگے نہ بڑھ سکی۔وہ بھی اسلام کے آداب جنگ اور قواعد وضوابط اور اصول جنگ کا چربہ نکال کرکے اور بس۔ورنہ حق تو یہ ہے کہ عدالت کے ایوان جو محض عدل گستری ،انصاف پروری ،مساوات اور حق کی برتری کے لیے قائم ہوتے ہیں، میں سب سے زیادہ ناانصافیاں اور مظالم برتے گئے اور طغیان وعصیان برپا کیا گیا۔آج بھی انجمہائے اقوام یہی کچھ کررہی ہیں اور عالمی عدالتیں اور عظیم قوتیں اور بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں اور مظلوم قوموں کے ساتھ یہی سب روا رکھی ہوئی ہیں۔یعنی نئے جال لائے پرانے شکاری اور بقول علامہ اقبال اور اقبال ہی یہ بات کہہ سکتے تھے ورنہ ہمہ شما میں یہ سکت و

جرأت گفتار وکردار اور قول وقرار کہاں؟

تری دوا نہ جنیوا میں ہے، نہ لندن میں
فرنگ کی رگ جاں پنجہ یہود میں ہے

اور

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن،اندروں چنگیز سے تاریک تر

اسلام عدالت کے ایوانوں میں بھی عدل وانصاف کا وہ نمونہ پیش کرنے میں کامیاب رہا ہے جس کی مثال نہیں مل سکتی ہے۔ خود اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود اور مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں مسلمانوں کے خلاف فیصلہ سنایا۔ آپ پر عدل وانصاف پروری کا اس زمین پر انتہا تھی۔ لوگوں کے درمیان تمام عدالتی کارروائیوں اور اصول وضوابط کو ملحوظ خاطر رکھنے کے ساتھ مدعی و مدعا علیہ، شاہدان عدل اور ووثائق و دستاویز اور جتنے اس کے کلیات و جزیات ہو سکتے ہیں سب کو برت کر فیصلہ کیا۔ حالانکہ اس کے بعد انصاف کا کوئی اور ترازو اس دھرتی پر قائم نہیں کیا جا سکتا اور نہ تصور کیا جا سکتا ہے اور نہ اس سے بڑھ کر ایک مومن کے یہاں کوئی اور عدالت علیا وکبریٰ ہو سکتی ہے۔ آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: ''اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَأَقْضِي عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ .'' میں صرف ایک انسان ہوں، تم اپنے جھگڑے میرے پاس لاتے ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے بعض دوسرے سے زیادہ فصیح ہو۔ اس لئے میں جو کچھ سنتا ہوں اس کی بنیاد پر اس کے حق میں فیصلہ سناتا ہوں۔ میں اگر اس کے بھائی کا حق کچھ بھی فیصلے کی بنیاد پر دے دیتا ہوں تو یقیناً میں اسے آگ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں۔'' (یعنی میرے فیصلے کی بنیاد پر اس کے لئے کسی بھی طرح جائز نہیں ہے)

کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی حجت ہو سکتی ہے؟ ذرا دنیا اپنی عدالتوں اور اپنی انصاف کی نگریوں اور اس کی کارکردگیوں کو بھی دیکھے، پھر انسانیت کی بہی خواہی، خیر خواہی اور اسلام اور اس کے احکام کے خلاف عدالت کے ایوانوں میں دہائی دے۔ اسلام میں عین میدان جنگ میں بھی انصاف کے اعلیٰ درجوں اور تقاضوں کو پورا کرنے کا حکم ہے۔ جو ہر فوجی سے مطلوب ہے اور ہر جرنیل پر سختی سے نافذ ہے اور ''لا تعتدوا'' کی وارننگ، آرڈر، حکم شہنشاہی اور امر الٰہی والا جا ہی موجود ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ یہ عدل وانصاف جو ادنیٰ حق ہے، سے آگے بڑھ کر معاف کر دینے، صلح سے کام لینے اور معاملات کو درست کرنے کے لیے اگر کوئی قربانی دشمن، ظالم اور جنگجوؤں کے مقابلے میں پیش کی جا سکتی ہے تو ترغیب اور حکم ہے کہ مردانگی اور ہمت کا نام معاف کرنا ہی ہے۔ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ''یقین مان کہ یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔'' (سورہ القمان:١١)

عین حالت جنگ میں، بلفظ دیگر جہاد فی سبیل اللہ میں بدلہ اور بالمثل والے قاعدہ سے بھی بڑھ کر یہ اسلام کا مسلمہ اصول، ضابطہ وقاعدہ اور حکم ہے۔ یعنی ادلے کا بدلہ عدل وانصاف کے نام پر۔ یہ کام نہیں کیا جا سکتا ہے کہ ایک دشمن فوجی کی غلطی، ظلم وزیادتی اور سنگین جنگی جرم کا بدلہ مثلہ کر کے اور ان کے بچوں سے لے لیا جائے، بلکہ اس معاملہ میں بالمثل والا قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔ یہاں یہ قاعدہ نہیں چلے گا اور نہ یہ اصول حکم چلے گا کہ دشمن فوجیوں نے اگر آپ کے فوجیوں کا مثلہ کیا ہے، یعنی ہاتھ پاؤں کاٹ کر، ناک منہ کا نقشہ بگاڑ کر اور کلیجہ نکال کر اس کا ہار بنا کر لاشوں اور بچوں کو تلوار کی انیوں پر اچھال کر، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو مار کر اور آتشیں اسلحوں اور بارودوں سے جلا کر راکھ کر دیا ہے تو یہاں معاملہ بالمثل جیسے کو تیسا، اس کے بچوں کے ساتھ، عورتوں کے ساتھ، بوڑھوں بزرگوں، گرجا گھروں، پوجا استھلوں، عبادت گاہوں میں پڑے ہوئے نہتے اور نہ لڑنے والوں، مزدوروں، کاشتکاروں وغیر وغیرہ لوگوں کے ساتھ مجاہد اور جہاد کرنے والا ہرگز ہرگز روا نہ رکھے گا۔ یہ امت کا اجتماعی مسئلہ ہے۔ نص قطعی اور کتاب وسنت سے منصوص، محدثین ومفسرین سے ماثور اور اصحاب فتوی واجماع سے منقول مسئلہ ہے۔ چنانچہ شیخ صالح الحصین فرماتے ہیں: ''جہاد وقتال فی سبیل اللہ کا تیسرا اصول جنگی ضرورتوں سے عدم تجاوز ہے۔ یہ اصول معاملہ بالمثل والے قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔ مسلمان کو اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ وہ دشمن کے معاملے میں اسلامی اخلاق کے معیار کی پابندی نہ کرے۔ چاہے دشمن اس کی پابندی کرے یا نہ کرے۔ مسلمان کو اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حدود کے پاس نہ کھڑا ہو۔ اگر چہ اس کا جنگجو دشمن ان حدود سے تجاوز کرنے والا ہے۔ اگر مسلمان سے جنگ کرنے والے ان کے مقتولین کا مثلہ کریں تو ان کے لیے اپنے دشمنوں کا مثلہ جائز نہیں ہے اور اگر دشمن مسلم عورتوں اور بچوں یا جنگ نہ کرنے والوں کو قتل کریں تو مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ دشمنوں کی عورتوں یا بچوں یا جنگ نہ کرنے والوں کو قتل کریں۔

مفسرین نے آیات کریمہ: وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ

وَلاَ تَعْتَدُواْ إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبِّ الْمُعْتَدِينَ (البقرة: 190) ''لڑو اللہ کی راہ میں جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو، اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا'' کی تفسیر میں اس باب میں وارد احادیث نبویہ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے آثار کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ انہی نصوص میں سے صحیح مسلم میں مروی بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب لشکر کو راہ جہاد میں بھیجتے تو اس کو نصیحت فرماتے ''اغزوا ولا تغلوا، ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا وليدا ولا اصحاب الصوامع ''۔ جنگ کرو، مال غنیمت میں خیانت نہ کرو، عہد شکنی نہ کرو، مقتول کا مثلہ نہ کرو، بچوں کو قتل نہ کرو، گرجا گھر میں رہنے والوں کو قتل نہ کرو'' (صحیح مسلم)

یہ پیغمبر اسلام کے جو ارشادات ہیں وہ کسی بھی مسلمان کے لیے سب سے بڑی چیز ہیں اور ان کی فرماں برداری اور ان پر عمل داری سے ہی وہ مسلمان باقی رہتا ہے اور وہ مسلمان کہلانے کا مستحق ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور رسول گرامیؐ کے عمل و کردار سے بھی یہی تعلیم، نمونہ اور حکم ملتا ہے۔

غزوہ احد میں عرب کے بڑے شہسوار، مسلمانوں کے سپہ سالار، قریش کے در شہسوار اور شہیدوں میں سید الشہداء کا لقب پانے والے رسول گرامی قدر صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب شہید ہو گئے، ان کا مثلہ کیا گیا، حتیٰ کہ بعض روایات کے مطابق ان کا کلیجہ نکال کر چبایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ خاندانی اور قریش کے نخوت اور فخر و غرور کا تقاضا یہ تھا کہ ایسے دشمنوں کا اس سے بھی بڑھ کر مثلہ کیا جاتا، مگر اسلامی تعلیمات کی وجہ سے نہ ان کے فوجیوں کے ساتھ ایسا کیا گیا، نہ ہی قیدیوں اور میدان جنگ میں مارے جانے والوں کے ساتھ ایسا روا رکھا گیا، بلکہ ایک موقع آیا تو ان مجرمین کو معاف بھی کر دیا گیا، چنانچہ وہ خود نادم ہو کر اس کا کفارہ مختلف کار خیر اور حسنات کے ذریعہ سے کرتے رہنے کے لیے تا حیات کوشاں رہے۔ ایسے واقعات سیرت طیبہ، حیات صحابہ، غازیان اسلام اور خلفائے اسلام کے یہاں بھرے پڑے ہیں۔

امام مالکؒ موطا میں یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام میں لشکر بھیجا، تو یزید بن ابی سفیان کے ساتھ چلتے ہوئے فرمایا ''تم ایسی قوم سے ملو گے جن کا گمان ہے کہ انہوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ ان کے اور ان کے گمان کو جو کہ انہوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کر رکھا ہے، تم انہیں چھوڑ دینا اور میں تمہیں دس باتوں کی وصیت کر رہا ہوں۔ عورت یا بچے کو اور بوڑھے کھوسٹ کو ہرگز قتل نہ کرو، پھل دار درخت کو ہرگز نہ کاٹو، کسی بستی کو ہرگز نہ اجاڑو، بکری یا اونٹ کو صرف اپنے کھانے کے لیے ذبح کرو، کسی کھجور کے باغ کو نہ جلاؤ، نہ انہیں غرق آب کرو، نہ مال غنیمت میں خیانت کرو اور نہ بزدل بنو۔ موطا امام مالکؒ میں ہے گویا کہ محاربین و مقاتلین اور جنگ کرنے والوں سے ہی بس لڑائی اور جنگ کرنے کی اجازت اور حکم ہے۔ اور وہ بھی مثلیت کے ساتھ، زیادتی اور ظلم وعدوان اس وقت بھی جائز نہیں ہے۔ اس پر معاف کرنے اور صلح و آشتی سے کام لینے کا حکم اور ترغیب مستزاد ہے۔ اب یہاں بدلہ بھی نہ لینے کی بات کی جا رہی ہے جو عدل و انصاف سے دو قدم آگے بڑھ جانے یا بلفظ دیگر عدل وانصاف کا معیار اور حقیقی میزان قائم کرنے کا حکم ہے کہ وہ جنگی فوجی جو مثلہ کرتے ہیں یا جو بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو قتل کرتے ہیں، یا جو مندروں، گرجا گھروں اور عبادت گاہوں میں عبادت کرتے ہیں، یا جو درختوں کو کاٹتے ہیں، کھیتوں کو تاراج کرتے ہیں، بستیوں کو اجاڑتے اور زمین بوس کرتے ہیں تو بدلے میں بھی اسی مثل یہ سب کرنے کی اسلام اپنے فوجیوں کو اجازت نہیں دیتا۔ یہ سب اس کے آداب و شرائط اور تعلیمات جنگ کے خلاف ہے۔ یہاں اسلام کا ایک اور اصول اور قاعدے وضابطے کی کارفرمائی نظر آتی ہے جو اکثر دنیا کی نظروں سے اوجھل ہے، یا جسے دنیا اور اکثر افواج عالم، حکمراں و ملوک اور سپہ سالار خاطر میں نہیں لاتے ہیں وہ ہے ''أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى '' (سورہ نجم: ۳۸) کہ ایک کا بوجھ اور گناہ اور جرم دوسرے کے سر نہیں ڈالا جا سکتا ہے، بیٹا مجرم ہے، یا مثلہ کرنے والا ہے، یا بوڑھوں بچوں کے قتل کا مرتکب ہے تو اس کے بوڑھے ماں باپ اور قوم کے لوگوں کو قتل کر دینے کی اجازت ہرگز ہرگز نہیں دی جا سکتی۔ مثلہ کرنا واقعی درندگی ہے اور انصاف کے خلاف ہے اور اگر یہ خالص اللہ کی رضا کی خاطر اس کے بندوں اور مخلوق کی بھلائی کے لیے ہے تو بھی اس قدر وحشی فعل کی ایسے وقت میں اسلام کے اندر گنجائش اور اجازت نہیں ہے۔

ان سب کے تناظر میں اے اقوام عالم فلسطین اور ہولوکاسٹ کی جنگوں اور ان کی ہولناکیوں پر ایک نظر دوڑاؤ تو معلوم ہو گا کہ جو کچھ غزہ وغیرہ میں ہو رہا ہے اور یکساں نسل کشی، جلاوطنی، تباہی مچانے کی مہم اور اس کے پاداش میں مثلہ سے بھی بدتر کردار ادا کر کے ہزاروں ہزار بے قصور بچوں، عورتوں، بوڑھوں، معذوروں اور مریضوں کو جو بلا جرم بدترین سزا دی جا رہی ہے، وہ سب تمہاری 'مہذب قوم' کی کارستانیاں ہیں۔

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

اسماء حسنیٰ: حقیقت اور تقاضے

عبیداللہ الباقی اسلم

اسماء حسنیٰ کی تعریف: اللہ تعالیٰ کے وہ پیارے نام جن کے ذریعہ اسے پکارا جاتا ہے، جو کتاب وسنت میں وارد ہیں، اور جو حمد وثناء کا تقاضا کرتے ہیں۔(شرح العقیدہ الاصبہانیہ(ص:١٩)

اللہ عزوجل کے اسماء حسنیٰ کے چند دلائل:

١۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں، سوان ناموں سے اللہ ہی کو پکارا کرو۔(سورہ الاعراف:١٨٠)

٢۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ وہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، بہترین نام اسی کے ہیں۔(سورہ طہٰ:٨)

٣۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:ان لله تسعة وتسعين اسما، مائة الا واحدا، من أحصاها دخل الجنة ”بے شک اللہ کے ایسے ننانوے ہیں، جو بھی انہیں سمجھ کر یاد کرے گا، اوران کے مطابق عمل کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔(صحیح البخاری:ح ٧٣٩٢)صحیح مسلم:ح:٢٦٧٧)

اسماء حسنیٰ کے بارے میں اہل علم کے چند اقوال: ١۔ابوبکر اسماعیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:”ویعتقدون أن الله تعالى مدعو بأسمائه الحسنى وموصوف بصفاته التي سمى ووصف بها نفسه، ووصفه بها نبيه صلى الله عليه وسلم“ اوروہ(اہل سنت والجماعت)اس بات پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے ان پیارے ناموں سے پکارا جائے، اور اس کی ان صفات سے موصوف کیا جائے جن کے ذریعہ خود کو موسوم وموصوف فرمایا ہے، اور جن کے ذریعہ اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے موصوف فرمایا ہے۔(ذم التاویل:ص ١٧)

٢۔ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:”ومذهب السلف: الايمان بصفات الله تعالىٰ وأسمائه التي وصف بها نفسه في آياته وتنزيه، وعلى لسان رسوله من غير زيادة عليها ولا نقص منها“ اورسلف کا مذہب یہ ہے کہ بغیر کمی بیشی کے اللہ تعالیٰ کی صفات اوراس کے ناموں پر ایمان رکھا جائے، جن کے ذریعہ اپنی آیات اور نازل کردہ(کتابوں)میں اوراپنے رسول کی زبانی خود کو موصوف فرمایا ہے۔(ذم التاویل(ص:١١)

٣۔ابن مندہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:”ذكر معرفة أسماء الله عزوجل الحسنة التي تسمى بها، وأظهر لعباده للمعرفة، والدعاء، والذكر“ اللہ عزوجل کے ان بہترین ناموں کا بیان جن کے ذریعہ خود کو موسوم فرمایا ہے، اور (جنہیں)اپنے بندوں کے لئے بیان کیا ہے تاکہ وہ ان کے ذریعہ اپنے رب کی معرفت حاصل کریں، اسے پکاریں، اوراسے یاد کریں(کتاب التوحید ومعرفۃ اسماء اللہ عزوجل وصفاتہ علی الاتفاق والتفرد(١٤/٢)

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کی تعداد:

اللہ عزوجل کے بے شمار پیارے پیارے نام ہیں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:”أسألك بكل اسم هو لك، سميت به نفسك، أو علمته أحدا من خلقك، أو أنزلته في كتابك، أو استاثرت به في علم الغيب عندك...“ میں تمہیں تیرے ہر اس نام سے پکارتا ہوں، جس سے تونے خود کو موسوم فرمایا ہے، یا اپنے بندوں میں سے کسی کو سکھایا ہے، یا اپنی کتاب میں نازل کیا ہے، یا اپنے پاس علم غیب میں خود کے لئے خاص کر رکھا ہے۔(مسند احمد(ح:٣٧١٢)، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (ح:١٩٩)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ جس پر جمہور مسلمانوں کا اتفاق ہے وہ یہ کہ اللہ کے ننانوے سے زائد نام ہیں(مجموع الفتاویٰ ٦/٣٨١)اور علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:”ان الأسماء الحسنى لا تدخل تحت حصر ولا تحد بعدد، فان لله تعالىٰ أسماء وصفات استأثر بها في علم الغيب عنده، لا يعلمها ملك ومقرب ولا نبي مرسل“ بے شک(اللہ عزوجل کے)اسماء حسنیٰ کو کسی عدد میں محصور نہیں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے چند ایسے نام وصفات ہیں جنہیں اپنے پاس علم غیب میں خود کے لئے خاص کر رکھا ہے، جن کے بارے میں کسی مقرب فرشتے کو معلوم ہے اور نہ(اس کی طرف سے) بھیجے گئے کسی پیغمبر(کو پتہ ہے)(بدائع الفوائد(١/١/٦٥)

جہاں تک اس حدیث کی بات ہے:”ان لله تسعة وتسعين اسما، مائة

الا واحدا، من أحصاها دخل الجنة" اللہ کے نام ننانوے (۹۹) ایسے ہیں کہ جو بھی ان ناموں کو سمجھ کر یاد کرے گا، اور ان کے مطابق عمل کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (صحیح البخاری (ح:۷۳۹۲) وصحیح مسلم (ح:۲۶۷۷)

تو دوسرا جملہ (من أحصاها دخل الجنة) پہلے جملے کی صفت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے متعدد نام ہیں، مگر ان ننانوے (۹۹) ناموں کی فضیلت یہ ہے کہ جو انہیں سمجھ کر یاد کرے گا، اور ان کے مطابق عمل کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (دیکھیں: بدائع الفوائد (۱/۱۶۳)

حاصل کلام: اللہ تعالیٰ کے بے شمار نام ہیں، ان میں سے بعض کو اپنے بندوں کے لئے ظاہر فرمایا ہے، بعض کو اپنی کتابوں میں نازل کیا ہے، اور بعض کو اپنے لئے خاص کر رکھا ہے (دیکھیں: بدائع الفوائد (۱/۱۶۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "لا أحصي ثناء عليك، أنت كما أثنيت على نفسك" میں تیری حمد وثنا اسی طرح نہیں کرسکتا، جس طرح تو نے خود کی تعریف فرمائی ہے۔ (صحیح مسلم (ح:۴۸۶)

اسماء حسنی کا حکم: اللہ تعالیٰ کے سارے نام بڑے ہی پیارے ہیں، اور اللہ عزوجل کے لئے صرف ان ہی ناموں کو ثابت کیا جائے گا جو کتاب وسنت میں وارد ہوئے ہیں۔

اس سلسلے میں اہل علم کے چند اقوال درج ذیل ہیں:

۱۔ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لا نسميه ولا نصفه، ولا نطلق عليه الا ماسمى به نفسه" ہم اللہ تعالیٰ کو صرف ان ہی ناموں سے موسوم کرتے، اور ان ہی صفتوں سے متصف قرار دیتے ہیں، اور اس پر ان ہی ناموں کا اطلاق کرتے ہیں جن سے خود کو اس نے موسوم فرمایا ہے۔ (التمہید (۷/۱۳۷)

۲۔ امام سمعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "الأصل في أسامي الرب تعالى هو: التوقيف" رب تعالیٰ کے ناموں میں اصل توقیف ہے۔ (لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لئے ہم صرف ان ہی ناموں کو ثابت کرتے ہیں جو کتاب وسنت میں وارد ہوئے ہیں۔ (قواطع الادلہ فی اصول الفقہ (۱/۲۹)

۳۔ ابوالحسن قابسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "أسماء الله وصفاته لا تعلم الا بالتوقيف من الكتاب والسنة أو الاجماع، ولا يدخل فيها القياس" اللہ کے نام وصفات کی معرفت کتاب وسنت کی تصریحات یا اجماع سلف سے ہی حاصل کی جاسکتی ہے، اور ان میں قیاس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے (فتح الباری (۱۱/۲۱۷)

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے جو نام کتاب وسنت میں وارد ہوئے ہیں صرف ان ہی ناموں کو اس کے لئے ثابت کیا جائے گا۔

اسماء حسنی کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا منہج: اہل سنت والجماعت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی پر ایمان تین ارکان کے التزام سے مکمل ہوتا ہے:

ا۔ پہلا رکن، اللہ عزوجل کے اسماء حسنی پر ایمان رکھنا، جو چند امور کو متضمن ہے۔

ا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے حقیقتاً اس کے پیارے ناموں کو ثابت کرنا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وقد اتفق جميع أهل الاثبات على أن الله حي حقيقة، عليم حقيقة..." تمام اہل اثبات (جو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کو ثابت کرتے ہیں) کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقت میں زندہ ہے، اور حقیقت میں جاننے والا ہے... (مجموع الفتاوی (۵/۱۹۶)

ب۔ اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کی مماثلت سے منزہ قرار دینا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا کیا اس کا ہم نام ہم پلہ کوئی اور بھی ہے؟ (سورۃ مریم: ۶۵)

یہ امر معلوم ہے کہ بعض مخلوقات نام پر متفق ہوا کرتی ہیں مگر حقیقت وکیفیت میں مختلف ہوتی ہیں، چنانچہ امام دارمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وقد يجوز أن يدعى البشر ببعض هذه الأسماء، وان كانت مخالفة لصفاتهم، فالأسماء فيها متفقة، والتشبيه والكيفية مفترقة" بسا اوقات انسانوں کو ان میں سے بعض ناموں کے ذریعہ پکارا جاسکتا ہے، گرچہ یہ ان کی صفتوں کے مخالف ہوں، پس ان میں نام متفق ہوتے ہیں، اور تشبیہ وکیفیت مختلف ہوا کرتی ہیں۔ (نقض عثمان بن سعید علی المریسی الجہمی العنید (ص:۱۲۹)

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ليس للمطلق مسمى موجود في الخارج، ولكن العقل يفهم من المطلق قدرا مشتركا من المسمين، وعند الاختصاص يقيد ذلك بما يتميز به الخالق عن المخلوق، والمخلوق عن الخالق، ولا بد من هذا في جميع أسماء الله وصفاته" کسی مطلق کے لئے خارج (ذہن) میں کوئی مسمی موجود نہیں ہوسکتا ہے، لیکن عقل اس مطلق سے دو مسمی کے درمیان پائی جانے والی قدر مشترک کا درک کرتی ہے، اور اختصاص کرتے وقت اسے اس چیز سے مقید کرتی ہے جس سے خالق مخلوق کے درمیان، اور (اسی طرح) مخلوق وخالق کے درمیان تمیز ہوجاتی ہے، (لہٰذا) اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات میں (بھی) اس (کا التزام کرنا) ضروری ہے۔

(التدمریۃ (ص:۲۱-۲۲)

ج۔اللہ تعالیٰ کے تمام پیارے نام غایت درجے کی اچھائی وحسن کو متضمن ہوا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا اوراچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں۔ سوان ناموں سے اللہ ہی کو پکارا کرو۔ (الاعراف:۱۸۰)

یقیناً اللہ تعالیٰ کے سارے ہی نام پیارے ہیں کیونکہ ان میں سے ہر نام ایسی صفات کمال کو متضمن ہوا کرتا ہے، جن کے اندر کسی بھی قسم کا نقص نہیں پایا جا سکتا ہے۔ (دیکھیں: القواعد المثلی (ص:۲۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں''ولیس فی أسمائه الحسنی الا اسم یمدح به، ولهذا کانت کلها حسنی'' اوراللہ کے اسماءِ حسنی میں سارے ہی ناموں کے ذریعہ (اللہ تعالیٰ کی) حمد وثنا کی جاتی ہے، اوراسی لئے وہ سب کے سب بہترین ہیں۔ (منہاج السنۃ النبویۃ (۵/۲۸۲)

اورعلامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''ان أسماء ه کلها حسنی، لیس فیها اسم غیر ذلک أصلا...'' بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے تمام نام بہترین ہیں، جن میں اچھے ناموں کے سوا کوئی اورنام سرے سے ہی نہیں... (بدائع الفوائد (۱/۱۶۳)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار پیارے پیارے نام ہیں، جن میں کسی طرح کا کوئی نقص وعیب نہیں ہے، بلکہ ان میں سے ہر ایک کمال درجے کے اوصاف کو متضمن ہوا کرتے ہیں، ساتھ ہی یہ بات واضح رہے کہ کتاب وسنت میں وارد اسماء حسنی کے الفاظ ومعانی کو حقیقتاً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے ثابت کرنا ضروری ہے البتہ ان کے اندر پائے جانے والے اوصاف کی حقیقت وکیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے۔

۲۔دوسرا رکن ان تمام معانی پر ایمان رکھنا جن پر اللہ تعالیٰ کے پیارے نام دلالت کرتے ہیں، اوریہ چند امور کو متضمن ہے:

ا۔اللہ تعالیٰ کے سارے ناموں کے واضح معانی ہیں، اوران میں سے ہر نام کے اندر ایسا معنی موجود ہے، جو دوسرے نام کے اندر نہیں پایا جاتا ہے۔ (دیکھیں: مجموع الفتاوی (۵/۳۳۸)

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے ناموں کے اندر پائے جانے والے معانی ضرور واضح ہیں مگر ان کی حقیقت وکیفیت اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے۔ (دیکھیں: مدارج السالکین (۳/۳۵۹)

یہی وجہ ہے کہ ائمہ سلف نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے اس کے پیارے ناموں کے الفاظ ومعانی کو ثابت کیا ہے مگر ان کی کیفیت وحقیقت پر سکوت اختیار کیا ہے (دیکھیں: ذم التاویل (ص:۱۱-۲۷) والتدمریۃ (ص:۸۹-۱۱۶)

ب۔اللہ تعالیٰ کے سارے نام اعلام واوصاف ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنی اس کی ذات پر دلالت کرتے ہیں، اس لئے وہ اعلام ہیں، جبکہ وہ ان معانی پر بھی دلالت کرتے ہیں جو ان کے اندر پائے جاتے ہیں، اس لئے وہ اوصاف ہیں۔ (دیکھیں: القواعد المثلی ص:۲۴)

عبدالعزیز کنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''فسمی کلامه بأسماء کثیرة، وهی شئی واحد، کما سمی نفسه بأسماء کثیرة، وهو واحد أحد صمد'' پس اس نے اپنے کلام کو بہت سارے نام دیئے ہیں، حالانکہ وہ ایک ہی چیز ہے، جس طرح اس نے خود کو بہت سارے ناموں سے موسوم کیا ہے، حالانکہ وہ اکیلا تنہا (اور) بے نیاز ہے (الحیدۃ والاعتذار فی الرد علی من قال بخلق القرآن (ص:۳۹-۴۰)

عبدالعزیز کنانی رحمہ اللہ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اللہ کی ذات ایک ہے، اوراس کے بہت سارے نام ہیں جو مختلف معانی پر دلالت کرتے ہیں، لہٰذا وہ ذات کے اعتبار سے اعلام ہیں اورمعانی کے اعتبار سے اوصاف ہیں۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''أن أسماء ه الحسنی هی: أعلام وأوصاف، والوصف لا ینافی العلمیة، بخلاف أوصاف العباد، فانها تنافی علمیتهم'' اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنی اعلام واوصاف ہیں، اوراس کا (کوئی بھی) وصف اس کی علمیت کا منافی نہیں ہے (اس کے) برعکس بندوں کے اوصاف (بسا اوقات) ان کی علمیت کے منافی ہوا کرتے ہیں۔ (بدائع الفوائد (۱/۱۶۳)

مثلاً: کسی کا نام جواد ہے، اورممکن ہے کہ وہ بڑا بخیل ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا ہے، اگر وہ کریم ہے تو کرم اور جود وسخاوت اس کی لازمی صف ہے۔

ج۔اللہ تعالیٰ کے پیارے ناموں کے اندر پائے جانے والے معانی میں اصل اعتبار ظاہری معنی کا ہے:

اور دراصل ان ہی ظاہری معانی کی طرف ذہن متبادر ہوا کرتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے شایان ہوا کرتے ہیں (دیکھیں: مجموع الفتاویٰ (۳۳/۱۷۵) وبدائع الفوائد (۱/۱۵)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''الواجب فی نصوص القرآن والسنة اجراؤها علی ظاهرها دون تحریف لا سیما نصوص الصفات

حیث لا مجال للرأي فيها" قرآن وسنت کے نصوص کے سلسلے میں واجب یہ ہے کہ ان کا اطلاق ان کے ظاہری معانی پر بلا کسی تحریف کے کیا جائے، خاص طور پر نصوص صفات میں (اس کا التزام کیا جائے) کیونکہ ان میں رائے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔(القواعد المثلی:۷۵)

۳۔تیسرا رکن اللہ تعالیٰ کے پیارے ناموں کے آثار وتقاضے پر ایمان رکھنا:

یہ حکم تمام اسماء حسنی پر منطبق نہیں ہوتا ہے بلکہ ان ناموں پر ہوا کرتا ہے جن کے اندر متعدی اوصاف پائے جاتے ہیں۔

چنانچہ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"اسماء الله تعالى ان دلت على وصف متعد تضمنت ثلاثة أمور:

أحدها: ثبوت ذلک الاسم لله عزوجل.

الثانی: ثبوت الصفة التی تضمنها لله عزوجل.

الثالث: ثبوت حكمها ومقتضاها.

اللہ تعالیٰ کے نام اگر کسی متعدی وصف پر کریں تو وہ تین امور کو متضمن ہوا کرتے ہیں:

پہلا: اس نام کو اللہ عزوجل کے لیے ثابت کیا جائے۔

دوسرا: اس نام کے اندر پائی جانے والی صفت کو اللہ عزوجل کے لیے ثابت کیا جائے۔

تیسرا: اس (اسم و) صفت کے حکم اور تقاضے کو ثابت کیا جائے۔(القواعد المثلی ص:۲۸)

بے شک دنیا کے ذرے ذرے پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے آثار نمایاں ہیں، چنانچہ اسی نے اپنی رحمت سے ہمیں اس کے اسماء وصفات، اور افعال کا تعارف کرایا، اور ہم نے جانا کہ وہی ہمارا رب اور مالک ہے۔(دیکھیں: مختصر الصواعق المرسلۃ (۲/۳۱۷))

خلاصہ کلام: اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بے شمار مخلوقات کو وجود میں لایا تا کہ ان پر غور وفکر کر کے لوگ اپنے رب کو پہچانیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور اسی کے مثل زمینیں بھی، اس کا حکم ان کے درمیان اترتا ہے، تا کہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو بہ اعتبار علم گھیر رکھا ہے۔(سورہ الطلاق:۱۲)

بلکہ انسانوں کی تخلیق کا واحد مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے رب حقیقی کو پہچان کر صرف اسی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کریں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریات:۵۶) اور میں نے جن وانسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت اور اس کی خالص عبادت ان ہی دونوں اصولوں پر زندگی کی اصل کامیابی مبنی ہے، اور یہی انبیاء کرام علیہم السلام کا مشن رہا ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"فأصل علمهم وعملهم: هو العلم بالله، والعمل لله" انبیاء کرام علیہم السلام کا علم وعمل دو اصولوں پر مبنی ہے۔

۱۔اللہ کی معرفت حاصل ہو۔۲۔اور صرف اللہ (کی رضامندی حاصل کرنے) کے لئے عمل کیا جائے۔(مجموع الفتاوی (۲/۱۶))

اور علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"مفتاح دعوة الرسل، وزبدة رسالتهم، معرفة المعبود بأسمائه وصفاته وأفعاله، اذ على هذه المعرفة تبنى مطالب الرسالة كلها من أولها الى آخرها" رسولوں کی دعوت کی کنجی، اور ان کی رسالت کا خلاصہ (دراصل) معبود (حقیقی) کو اس کے نام، صفات، اور افعال کے ذریعہ پہچاننا ہے، کیونکہ اسی معرفت پر اول تا آخر (تمام رسولوں کی) رسالت کے سارے مطالب مبنی ہیں۔(الصواعق المرسلة (۱/۱۵۰-۱۵۱))

گویا اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی کا علم ہی دراصل تمام معلومات کا اصل علم ہے۔(دیکھیں: بدائع الفوائد (۱/۱۶۳))

اور یہی وجہ ہے کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی معرفت جس قدر زیادہ ہوتی ہے اسی قدر اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، اور اس کے یقین میں تقویت آتی ہے۔(دیکھیں: التوضیح والبیان لشجرة الایمان ص:۴۱)

لہذا ہم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پیارے ناموں کو یاد کریں، انہیں سمجھیں، اور ان کے مطابق عمل کریں، یقیناً یہ دخول جنت کا اہم ترین ذریعہ ہیں۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی
نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	36/-
چمن اسلام اول	30/-
چمن اسلام دوم	36/-
چمن اسلام سوم	40/-
چمن اسلام چہارم	40/-
چمن اسلام پنجم	50/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	232/-

مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹیؒ

رحمت للعالمین ﷺ کا عجز وانکسار

عجز تکبر کی ضد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت منکسر المزاج اور متواضع شخصیت تھے۔ باوجود علوشان اور لامثال مقام رکھنے کے عجز وانکسار کی دولت رکھتے تھے۔ جب آپ نے فرمایا: انا سید ولد آدم میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا۔ ولا فخر اور فخر نہیں۔ یعنی میں فخر اور غرور سے نہیں کہتا۔ بلکہ ایک حقیقت بیان کرتا ہوں۔ مسئلہ بتاتا ہوں کہ اللہ نے مجھے ولد آدم کی سیادت کا شرف بخشا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یعود المریض و یشهد الجنازة ویرکب الحمار ویجیب دعوة العبد وکان یوم بنی قریضة علی حمار مخطوم بحبل من لیف علیه اکاف من لیف (شمائل ترمذی) ''سرور رسولاں صلی اللہ علیہ وسلم مریضوں کی عیادت کرتے، جنازوں میں شرکت کرتے۔ گدھے پر سوار ہوجاتے اور غلاموں کی دعوت قبول فرمالیتے تھے۔ حضورؐ بنی قریضہ کی لڑائی کے روز ایک گدھے پر سوار تھے۔ جس کی لگام کھجور کے درخت کی چھال کی تھی۔ اور کاٹھی بھی اسی کی تھی۔

صدر کون، دعائے خلیل، نوید مسیحا، حافظ ناموسِ آدم، سردار دو عالم، ابر کرم، بحر سخا، گنج وفا، سرچشمہ احساں، سربرآرائے رحمت عالمینی صلی اللہ علیہ وسلم کو گدھے کی سواری سے استنکاف نہ تھا۔ یعنی گدھے پر سوار ہونے کو باعثِ ننگ وعیب نہ سمجھتے تھے۔

مریضوں کی عیادت بھی کرتے۔ خواہ کوئی معمولی درجہ کا بیمار ہوتا۔ غیر مسلموں تک کی بھی بیمار پرسی کرتے۔ ایک یہودی لڑکا بیمار تھا۔ اس کی عیادت کے لئے بھی آفتاب نبوت جلوہ فرما تھا۔ لڑکے کا آخری وقت تھا۔ وہ حضور کو دیکھ کر مسلمان ہوگیا اور چل بسا۔ اس کی تجہیز وتکفین مسلمانوں نے کی۔ راس المنافقین عبداللہ بن ابی کی عیادت کے لئے بھی تشریف لے گئے۔ اسی طرح معمولی لوگوں کے جنازوں میں بھی شرکت فرماتے تھے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں: حج رسول الله صلی الله علیه وسلم علی رحل رث علیه قطیفة لا تساوی أربعة دراهم فقال اللهم اجعله حجا لا ریاء فیه ولا سمعة (شمائل ترمذی) ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پرانے پالان پر حج کیا۔ اس پر ایک کپڑا پڑا ہوا تھا۔ جو چار درہم کا بھی نہ تھا۔ اور آپ یہ دعا مانگ رہے تھے۔ اے اللہ! اس کو ایسا حج فرمائیو۔ جس میں ریا اور شہرت نہ ہو۔''

رحمتِ عالمؐ کی فروتنی: اللہ کے حضور چراغِ غارحرا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عجز وانکسار کا یہ عالم تھا کہ حج کے لئے اونٹ پر سوار ہوئے۔ تو رحل رث یعنی پرانے پالان پر جلوہ ریز ہوئے۔ جس پر اتنا معمولی کپڑا تھا۔ جس کی قیمت ایک روپیہ بھی نہ تھی۔ پھر بھی رب عرش عظیم سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! یہ حج ریا اور شہرت کا حج نہ ہو۔ دراصل یہ تعلیم امت کے لئے کہا۔ ورنہ نمود وریا کا وہاں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

حاجی اور نوٹوں کے ہار: آج کل حاجیوں کا جلوس نکلتا ہے۔ بعض حاجیوں کے جلوس میں بینڈ باجہ بھی بجتا ہے، روپیہ پیسہ نچھاور کیا جاتا ہے۔ گری میوہ کے ہاروں سے حاجی کو لاد دیتے ہیں۔ بعضوں کی گردن نوٹوں کے ہاروں سے بھر جاتی ہے۔ ایک عورت حج کو چلی۔ تو اس کی گردن میں اتنے ہار ڈالے گئے کہ عازمہ حج کے منہ تک آگئے۔ اور سوا سو عورتیں اونچی آواز سے کلمہ کا ورد کرتی، اسے بازاروں میں گھماتی ہوئی ریلوے اسٹیشن تک لے گئیں۔ ایک حاجی حج کو چلا۔ تو اس کے آگے آگے نعت خواں نعتیں پڑھتے جارہے تھے اور پیچھے پیچھے نوٹوں کے ہاروں سے لدا پھندا'' دولہا سجا رہا تھا۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ یہ مسلمانوں کے حج کا حال ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرانے پالان پر جس پر چار درہم سے بھی کم قیمت کا کپڑا پڑا ہوا تھا۔ حج کیا۔ اور کہا۔ اے اللہ! اس حج کو ایسا کرنا۔ جس میں ریا اور شہرت نہ ہو۔

کیا مسلمانوں کے یہ حج نمود، ریا اور شہرت کے آئینہ دار نہیں ہیں؟ یہ دکھاوا نمود اور سمعہ نہیں؟

مسلمان بھائیو! اللہ آپ کو زیادہ سے زیادہ حج کی توفیق دے۔ دوسرے اوامر پر بھی کاربند کرے اور سمعہ اور ریا سے بچائے کہ اسلام کا بلڈوزر ریائی عمل کی فلک بوس عمارت کو دھڑام سے گرادیتا ہے۔

میں جو سربہ سجدہ ہوا کبھی تو حرم سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لم یکن شخص احب الیهم من رسول الله صلی الله علیه وسلم قال وکانوا اذا راوه لم یقوموا لما یعلمون من کراهیته لذلک. (شمائل ترمذی) ''صحابہؓ کے نزدیک رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہ تھا۔ اس کے باوجود پھر بھی وہ حضورؐ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ حضورؐ کو یہ بات ناپسند تھی۔

مشکوۃ کتاب الآداب میں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ جس شخص کو یہ بات خوش کرے کہ کھڑے رہیں لوگ اس کے آگے۔ پس چاہیے کہ تیار کرے وہ شخص اپنے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں۔''

معلوم ہوا کہ قیام کرنا کسی کی آمد پر حرام ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا۔ قوموا لله قانتین ''قیام کرو واسطے اللہ کے فرماں بردار ہوکر'' پس قیام اللہ کے لئے ہی ہے۔ جو عبادت ہے۔

البتہ بزرگوں، عالموں، پیشواؤ کا استقبال جائز ہے۔ بلکہ ضروری ہے۔ قیام میں اور استقبال میں یہ فرق ہے کہ قیام اپنی جگہ پر یہ کیا جاتا ہے، اپنے پاؤں پر کھڑے رہتے ہیں۔ اور استقبال میں آگے بڑھتے ہیں۔ کسی بزرگ کے آنے پر ریلوے اسٹیشن پر جانا، یا گھر سے باہر جانا، یا وہ صاحب اندر آجائیں تو آگے دروازے تک بڑھ کر ان کو لینا۔ یہ سب صورتیں استقبال کی ہیں۔ یہ ادب ہے اور بزرگوں کا ادب ازحد ضروری ہے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا: لو اهدی الی کراع لقبلت ولو دعیت علیه لاجبت ''اگر مجھے بکری کا ایک پاؤں بھی ہدیہ دیا جائے۔ تو میں قبول کروں۔ اور اگر اس کی دعوت کی جائے۔ تو میں ضرور جاؤں۔ (شمائل ترمذی)

سبحان اللہ! کتنی تواضع ہے۔ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم میں کہ اگر بکری کے ایک پاؤں کو پکا کر کوئی میری دعوت کرے۔ تو میں ضرور چل کر جاؤں۔ اور کھاؤں۔ دوسروں کی دلداری مطلوب ہے جس میں انکسار ضیائے بزم ہستی جھلکتا ہے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں۔ جاء نی رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس براکب بغل ولا برذون ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (میری عیادت کے لئے) تشریف لائے۔ حضورؐ نہ خچر پر سوار تھے۔ اور نہ برذون یعنی ترکی گھوڑے پر۔''

امراء اور سلاطین کی طرح حضورؐ سواری کے عادی نہ تھے۔ عام طور پر پیدل چلتے تھے۔ یوسف بن عبداللہ کہتے ہیں۔ سمانی رسول الله صلی الله علیه وسلم یوسف واقعدنی فی حجره ومسح علی راسی (شمائل ترمذی) ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام یوسف رکھا تھا اور مجھے اپنی گود میں بٹھلایا تھا۔ اور میرے سر پر دست مبارک پھیرا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: ما ضرب رسول الله صلی الله علیه وسلم بیده شیئا قط الا ان یجاهد فی سبیل الله ولا ضرب خادما ولا امرءة (شمائل ترمذی) ''حضورؐ نے سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے کبھی کسی کو نہیں مارا۔ نہ کبھی کسی خادم کو، نہ کسی عورت کو۔''

حضرت انسؓ سے روایت ہے: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یعید الکلمة ثلثا لتعقل عنه ''حضورؐ کلام کو (حسب ضرورت) تین تین مرتبہ دہراتے تاکہ سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں۔''

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضورؐ نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی کے ظلم کا بدلہ لیا ہو۔ البتہ اللہ کی حرمتوں میں سے کسی حرمت کی ہتک ہوتی۔ (یعنی کوئی حرام فعل کا ارتکاب کرتا) تو (پھر) حضورؐ سے زیادہ غصے والا کوئی شخص نہ ہوتا تھا۔''

حضرت جابرؓ کہتے ہیں: ما سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم شیئا قط. فقال لا حضورؐ نے کبھی کسی شخص کے کوئی چیز مانگنے پر لا (نہ) نہیں فرمایا۔ اخلاق اور سیرت کا آئینہ کتنا شفاف اور روشن ہے۔

فرزوق نے کہا ہے۔

ما قال لاقط الا فی تشهده
لولا التشهد کانت لاوه نعم

''نہیں فرمایا آپ نے لا کبھی مگر اپنی تشہد میں۔ اگر نہ ہوتا تشہد ہوتا لا ان کا نعم۔

فرزوق کے شعر کا فارسی میں کیا خوب ترجمہ ہے۔

نہ رفت کلمہ لا بر زبان او ہرگز
مگر بہ اشہد ان لا الہ الا اللہ

کنواری لڑکی سے زیادہ صاحب حیا: حدیث میں ہے کہ حیا ایمان کی شاخ ہے اور یہ بھی حدیث ہے کہ جب تجھ سے حیا جاتی رہے۔ تو پھر جو چاہے کر یعنی بے حیا باش ہر چہ خواہی کن۔

معلوم ہوا کہ حیا انسان کو فحاشی، عیاشی، بدمعاشی اور ہر امر قبیح سے باز رکھتی ہے۔ حیا کی تعریف ہے۔ انقباض نفس از قبیح۔

حیا کی چند اقسام ہیں۔ ایک حیائے کرم کہلاتی ہے۔ حضورؐ نے حضرت زینبؓ کا ولیمہ کیا۔ تو کھانے سے فارغ ہوکر چند لوگ بیٹھے رہے اور باتیں کرنے میں مشغول ہوگئے۔ ان کا بیٹھنا حضورؐ پر گراں گزرا۔ اس لئے کبھی آپ باہر جاتے۔ کبھی اندر آتے، مگر حیا کے سبب انہیں اٹھنے کا حکم نہ فرماتے۔ بالآخر اللہ کو کہنا پڑا سورہ احزاب میں جب تم (دعوت طعام پر آؤ اور) کھانا کھا چکو۔ تو منتشر ہوجاؤ۔ اور مت بیٹھے رہو جی لگا کر باتوں میں۔ یہ کام ایذا دیتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پس شرماتا ہے وہ تم سے اور اللہ نہیں شرماتا حق بات سے۔

ایک شرم کلام ہے کہ محبوب سے شرم آتی ہے کہ بات کرنی دشوار ہوتی ہے اور ایک شرم بندگی ہے کہ اپنے آقا کی بندگی میں کوتاہی پا کر شرمسار ہوتا ہے۔ قصور پر نادم ہوتا ہے۔

ایک شرم ذاتی ہے کہ آدمی کسی کام میں ناکام ہو جائے۔ تو اپنے آپ سے شرماتا ہے۔ جیسے امتحان میں فیل ہو جانے کے باعث شرم آتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر خوبی اور نیکی کے منتہی تھے۔ یعنی نیکی اور اچھائی آپ کے وجود اطہر سے صادر ہو کر درجہ کمال کو پہنچ جاتی تھی۔ ہر بھلائی کو آپ کی ذات اقدس سے حسن تمام ملتا تھا۔ تو حیا میں بھی حضورؐ خاتم حیا تھے۔ یعنی حیا آپ پر ختم تھی۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں: کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اشد حیاء من العذراء فی خدرھا فاذا رای شیئا یکرھه عرفناه فی وجھه۔ ''حضورؐ شرم وحیا میں کنواری لڑکی سے جو اپنے پردہ میں ہو کہیں زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ پس جب حضورؐ کسی چیز کو دیکھ کر ناخوش رکھتے اس کو پہچان لیتے ہم اس کو حضورؐ کے چہرے مبارک میں یعنی غایت شرم کی وجہ سے زبان سے اظہار نہ فرماتے۔

فلک پیما حیا: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ما نظرت الی فرج رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قط رحمت عالمؐ کے کمال حیا کی وجہ سے میں نے آپ کے محل شرم کو کبھی نہیں دیکھا۔ (مشکوۃ شریف) سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

ہاتھ آئے اگر خاک ترے نقش قدم کی
سر پر کبھی رکھیں کبھی آنکھوں سے لگائیں
نظارہ فروزی کی عجب شان ہے پیدا
یہ شکل وشمائل یہ عبائیں یہ قبائیں
پھر آنے لگیں شہر محبت کی ہوائیں
پھر پیش نظر ہو گئیں جنت کی فضائیں
(حسرت)

منبع غیرت اور سرچشمہ حیا میں جمال جہاں آرا حضرت رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

عالم کے شہر یار بنائے گئے ہیں آپ
کونین کا وقار بنائے گئے ہیں آپ
کیونکر نہ اٹھے سب کی نظر آپ کی طرف
ہر قلب کے قرار بنائے گئے ہیں آپ
وہ شرع کا چمن ہو کہ گلشن ہو خضر کا
ہر رنگ کی بہار بنائے گئے ہیں آپ

(بہزاد لکھنوی)

سیرت کی سفید چادر: حضورؐ کی عادت، اخلاق اور سیرت کی شمع چالیس برس یہاں تک کہ یہ شمع مبدل بہ آفتاب نبوت ہو گئی۔ رحمت عالم اب باطل الٰہوں کا ابطال کرنے لگے، اور توحید کا علم لہرانے لگے۔ اس پر بزرگوں کے بتوں کو پوجنے والے سیخ پا ہو کر حضورؐ کی مخالفت پر اتر آئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ان ابا جھل قال للنبی صلی اللہ علیه وسلم انا لانکذبک ولکن نکذب بما جئت به فانزل اللہ تعالی فیھم لا یکذبونک ولکن الظلمین بایت اللہ یجحدون (ترمذی شریف) ''تحقیق ابوجہل نے کہا واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ہم (جماعت قریش کی) نہیں دروغ گو جانتے تجھ کو (کہ تم قدیم سے سچے اور امین چلے آ رہے ہو) لیکن جھٹلاتے ہیں ہم اس چیز کو کہ لایا ہے تو اس کو۔ پس اتاری اللہ تعالیٰ نے ابوجہل وغیرہ کافروں کے حق میں یہ آیت تحقیق وہ نہیں جھٹلاتے ہیں تجھ کو، لیکن یہ ظالم خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے دشمن آپ کے اخلاق، کردار، اور سیرت کی سفید چادر پر کوئی داغ دھبہ نہیں دکھا سکے۔ یعنی آپ کو راست باز صادق اور امین مانتے ہیں۔ دشمنی، عداوت اور اختلاف ہے تو اس بات پر کہ ایسی آیتیں کیوں سناتے ہیں۔ جن میں لات وعزیٰ کو چھوڑ دینے کا حکم ہے۔ ود، یعوق، یغوث، سواع اور لات وغیرہ بزرگوں کو حاجت روا مشکل کشا۔ دافع بلا۔ متصرف الامور ماننا شرک کہا گیا ہے۔ اس لئے ہم اس قرآن کو جھوٹا اور تجھ کو سچا سمجھتے ہیں۔

ان بدبختوں، نابکاروں نے یہ نہ سوچا کہ جو شخص چالیس سال سے راست باز اور امین چلا آ رہا ہے۔ جس نے دنیا کے کاموں میں لوگوں سے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ کسی کو دھوکا نہیں دیا۔ وہ خدا پر کس طرح جھوٹ بول سکتا ہے۔ دراصل ان میں حسد بغض اور غرور تھا۔ وہ جلتے تھے کہ اس کو یہ رتبہ اور مرتبہ کیوں ملا ہے لیکن یہ کہنا پڑا۔

کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امیں ہے

امت پر کمال شفقت: حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ چکتے تو اہل مدینہ کے خادم برتنوں میں پانی ڈال کر حضورؐ کے پاس لاتے۔ (تاکہ حضورؐ ان میں اپنا دست مبارک ڈالیں۔ اور برکت ہو) پس اکثر آتے حضورؐ کے پاس صبح سرد کے وقت۔ اور آپ ان برتنوں میں اپنا دست مبارک ڈال دیتے۔'' (صحیح مسلم)

اس میں کمال شفقت اور مہربانی ہے امت پر کہ ان کی خوشی خاطر کے لئے

دست مبارک پانی میں ڈبو دیتے۔ وہ لوگ اس پانی کو لے جا کر عافیت اور شفا کے لئے بیماروں کو پلاتے۔ کیا کہنے ہیں حضورؐ کے ہاتھوں کے جو طیب، طاہر، گناہ سے پاک اور معصوم تھے۔ ساری زندگی آپ کے ہاتھوں سے کوئی کام خدا کی مرضی کے خلاف نہیں ہوا۔

ایک دفعہ نومسلم عورتوں سے آپ نے چند باتوں کا اقرار لیا۔ وہ عورتیں کہنے لگیں۔ حضورؐ! اپنا ہاتھ آگے کریں۔ تاکہ ہم بیعت کریں۔ آپ نے فرمایا۔ انـــی لا اصـــافـــح الـــنـــســـاء ''میں (غیر محرم) عورتوں سے ہاتھ نہیں ملایا کرتا ہوں۔'' (مشکوۃ)

تو پھر کیوں نہ یہ ہاتھ برکتوں، رحمتوں والے ہوں اور کیوں نہ ان ہاتھوں والا پانی باذن اللہ موجب شفائے امراض ہو۔

حضورؐ نبیاً عبداً تھے: حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہوئی کہتی ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اے عائشہؓ اگر چاہوں میں (یعنی درخواست کروں میں اللہ تعالیٰ سے مال ومنال کی) تو البتہ چلیں ساتھ میرے پہاڑ سونے کے (سنو!) آیا میرے پاس ایک فرشتہ تحقیق کمر اس کی برابر کعبہ کے تھی۔ (یعنی دراز قد تھا) پس کہا اس نے تحقیق تمہارا پروردگار تم پر سلام فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر چاہے تو ہو پیغمبر بندہ (یعنی موصوف ساتھ بندگی اور فقر کے) اور اگر چاہے تو ہو پیغمبر بادشاہ (یعنی اللہ نے اختیار دیا ہے پس اختیار کر دونوں باتوں میں سے جو چاہو۔ پس دیکھا میں نے جبرائیل کی طرف بطور مشورہ چاہنے کے) پس اشارہ کیا جبرائیل نے طرف میرے کہ پست کرو نفس اپنا (یعنی بندہ رہو اور فقیر، نہ بادشاہ اور غنی) پس کہا میں نے کہ ہوں گا میں پیغمبر بندہ (نہ کہ پیغمبر بادشاہ) کہا حضرت عائشہؓ نے کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا نہ کھاتے تکیہ لگا کر اور فرماتے کھاتا ہوں میں، جیسے کھاتا ہے غلام اور بیٹھتا ہوں میں جیسے بیٹھتا ہے غلام۔ (مشکوۃ شریف باب شمائلہ)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے نبیاً عبداً ہونے کی درخواست کی۔ اور نبیاً ملکاً نہ ہونا چاہا۔ پیغمبر عبد ہو کر خوش ہوئے۔ یعنی فقر اور بندگی جو باعث ہے تواضع کا اختیار کی۔ اور بادشاہت اور غنا نہ چاہی۔ اگر چاہتے تو پہاڑ سونے کے ہو کر آپ کے ساتھ چلتے۔

یـــارب صـــل وســـلـــم دائـــمـــا ابـــدا

عـــلـــی حبیبک خیـــر الـــخـــلـــق کـــلـــھـــم

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات و کاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کر سکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ''جریدہ ترجمان'' (اُردو)، ماہنامہ ''اصلاح سماج'' (ہندی)، نیز ماہنامہ ''دی سمپل ٹروتھ'' (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نـــوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

مولانا ابوعدنان سعید الرحمٰن سنابلی

کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر خانہ کعبہ اور عرش سے بہتر ہے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں غلو آمیزی کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ پرانے زمانے سے ہی لوگ آپ کی شان میں غلو کے مرتکب ہوتے رہے ہیں بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا کہ کس طرح سے نصرانیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں غلو کیا تھا اور آپ کو مقامِ الوہیت پر فائز کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ کو خصوصی تعلیم دیتے ہوئے کہا تھا: ”لَا تُطْرُونِی کما اَطْرَتِ النَّصَارَی ابْنَ مَرْیَمَ؛ فَإِنَّما اَنَا عَبْدُہُ، فَقُولوا: عبدُ اللّٰہِ وَرَسُولُہُ“، یعنی مجھے ایسا نہ بڑھاؤ جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھایا۔ بس میں تو اللہ کا بندہ ہوں، اس لیے تم یوں کہا کرو: آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ (صحیح بخاری/3445)

یہ سچ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید ولد آدم اور خلاصۂ کائنات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلیٰ وارفع مقام ومرتبہ عطا کیا ہے۔ اللہ جل شانہ نے آپ کو ساتوں آسمانوں کی سیر کرائی۔ معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں آپ کو تمام انبیائے کرام کی امامت کا شرف حاصل ہوا۔ قیامت کے روز آپ حوض کوثر سے اپنی امت کو سیراب فرمائیں گے۔ اللہ جل شانہ آپ کو مقام محمود سے بہرہ ور فرمائے گا۔ میدان محشر میں جب پوری دنیا کے لوگ نفسی نفسی کے عالم میں ہوں گے، ان کا حساب کتاب نہیں ہورہا ہوگا، چنانچہ اس کے لئے وہ تمام انبیائے کرام کے پاس باری باری کر کے جائیں گے لیکن سب اللہ جل جلالہ کے حضور سفارش کرنے سے منع فرمادیں گے، اس وقت آپ عرش کے نیچے سجدہ ریز ہوجائیں گے اور اللہ آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت اونچا اور ارفع مقام عطا کیا ہے۔ اس دنیوی زندگی میں حالت یہ تھی کہ جب بھی آپ کی شانِ اقدس میں کوئی مشرک اور کافر بدتمیزی کرتا تو عرش کے اوپر سے اللہ جل شانہ آپ کی طرف سے دفاع کرتا اور آپ کو تسلی دیتا تھا کہ آپ ہرگز ہرگز پریشان نہ ہوں، انجام کار آپ کا ہی ہے۔ ان تمام حقائق کے بعد بھی کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں غلو آمیزی کا سہارا لیتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بے سروپا کی باتیں منسوب کرتے ہیں۔ کچھ لوگ آپ کو غیب داں بتاتے ہیں تو کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ مختون ہی پیدا ہوئے تھے۔ اسی طرح کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں ہوتا تھا اور نہ جانے لوگ آپ کی طرف کیسی کیسی باتیں منسوب کرتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں غلو آمیزی کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ کعبہ مکرمہ، عرش معلیٰ اور کرسی سے بھی زیادہ افضل ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض اہل علم نے اس افضلیت پر اجماع بھی نقل کیا ہے، تو کچھ اہل علم نے اس بات کو اُن مسلمات میں سے باور کرایا ہے جس کا انکار بزعم خویش درست نہیں ہے۔ حیرت ہوتا ہے کہ لوگ منمانے ڈھنگ سے کتنی سنگین باتیں کہہ دیا کرتے ہیں اور ستم بالائے ستم اگر ان چیزوں کی دلیل طلب کریں یا اس بات کا انکار کرتے ہیں تو لوگ آپ کو گستاخ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتانے میں ادنیٰ تامل نہیں کرتے ہیں بلکہ آپ کو وہابی لہابی اور نہ جانے کن کن گندے القاب سے نوازنے لگتے ہیں۔ تو یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس بات کی حقیقت کیا ہے؟ کیا واقعی قبرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ مکرمہ، عرشِ الٰہی اور کرسی سے افضل ہے؟ زیرنظر مضمون میں اسی بات کی وضاحت پیش کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ قبرِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقدیس کے سلسلے میں مبالغہ آرائی درست نہیں بلکہ یہ بہت ساری گمراہیوں اور ضلالتوں کا پیش خیمہ ہے اور اس کے بطن سے بہت ساری خرابیاں جنم لیتی ہیں جن میں سے بعض کی طرف اشارہ اس مضمون میں موجود ہے۔

سب سے پہلے یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ مکرمہ، خانہ کعبہ اور عرشِ الٰہی اور کرسی سے افضلیت کی بات ابن عقیل حنبلی متوفی 513ھ نے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے مجھ سے پوچھا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ زیادہ افضل ہے یا خانہ کعبہ؟ میں نے کہا: اگر تمہارا مقصد صرف حجرہ ہے تو کعبہ افضل ہے، لیکن اگر تمہاری مراد یہ ہو کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہوں تو اس صورت میں خانہ کعبہ افضل نہیں ہے حتی کہ عرش، اسے اٹھانے والے فرشتے، جنت عدن اور گردش کرنے والے افلاک بھی اس سے افضل نہیں ہیں کیونکہ اس حجرہ میں ایک ایسا جسم ہے کہ اگر اسے کونین سے وزن کیا جائے تو وہ اُن سے زیادہ وزنی ہوگا۔ (اسے ابن قیم الجوزیہ نے ابن عقیل کے حوالہ سے بدائع الفوائد ۳/۱۰۶۵ میں نقل کیا ہے۔)

سمہودی متوفی 911ھ نے قاضی ابوالولید باجی متوفی 474ھ کے حوالہ سے

اس بات پر اجماع نقل کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے: اعضائے شریفہ پر مشتمل قبر کی فضیلت پر قاضی عیاض رحمہ اللہ نے بھی اجماع نقل کیا ہے اور ان سے قبل ابوالولید الباجی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے جیسا کہ خطیب ابن جملہ نے کہا ہے۔(البدایہ والنہایہ۱۴/۳۰۳) نیز اسے ابوالیمن بن عساکر وغیرہ نے صراحتاً خانہ کعبہ پر اس کی فضیلت کی بات کو نقل کیا ہے۔(ملاحظہ ہو: وفاء الوفاء۱/۳۱)

اسی طرح قاضی عیاض رحمہ اللہ (ت 544ھ) نے بھی اس بات پر اجماع نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس تعلق سے اختلاف نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر زمین کا سب سے افضل حصہ ہے۔(الشفاء۲/۹۱)

یہ وہ علمائے کرام ہیں جنہوں نے قبرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کی بات پر اجماع نقل کیا ہے یا انہوں نے کہا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر روئے زمین کا سب سے افضل مقام ہے۔ پھر بعد کے بہت سارے علمائے کرام نے ان علمائے کرام سے اس مسئلے کو نقل کیا ہے اور یوں ذکر کیا ہے کہ گویا واقعی یہ اجماعی مسئلہ ہو اور اس تعلق سے لب کشائی جرم ہو، حالانکہ اس تعلق سے درست بات یہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر کو خانہ کعبہ، عرش یا کرسی پر فضیلت دینا درست نہیں ہے بلکہ یہ بہت ساری خرابیوں کا پیش خیمہ ہے۔ اس کے اسباب درج ذیل ہیں:

پہلی وجہ: کسی شے کو پیدا کرنے، فضیلت بخشنے اور انتخاب کرنے کا اختیار صرف اللہ جل شانہ ہی کو ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ”وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ وَیَخْتَارُ“ (سورۃ القصص/68) یعنی اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

اللہ کے علاوہ کسی دوسرے انسان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ کسی چیز کو دوسری چیز پر بغیر دلیل فضیلت دے۔ احادیث کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیائے کرام کے مابین منمانے ڈھنگ سے فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ”لا تُخَیِّرُونِی عَلَی مُوسَی“ یعنی تم مجھے موسیٰ علیہ السلام پر برتری نہ دو۔(صحیح بخاری/2411، صحیح مسلم/160)

ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا ہے: ”لا تُخَیِّرُوا بَیْنَ الأنْبِیَاءِ“ یعنی انبیائے کرام کے مابین برتری مت دو۔(صحیح بخاری/2412، صحیح مسلم/2374)

ان احادیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ ہم انبیائے کرام کے مابین منمانے ڈھنگ سے فضیلت نہ دیں کیونکہ فضیلت عطا کرنے والا اللہ جل شانہ کی ذات ہے۔(ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر۱/۳۰۵، عون المعبود۱۲/۴۲۴)

ہمیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید البشر اور افضل الخلائق ہیں اور آپ کے افضل البشر ہونے پر بکثرت دلائل موجود ہیں اور اس بات پر اجماع بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلاصۂ کائنات اور سید البشر ہیں۔ آپ رسولوں میں سب افضل اور برتر ہیں لیکن اس کے بعد بھی آپ نے دوسرے انبیائے کرام پر خود کو عصبیت کی بنیاد پر اور منمانے ڈھنگ سے فضیلت بخشنے سے منع فرمایا ہے تو بھلا جس فضیلت کی دلیل نہیں ہے یا جس کے بارے میں اسلاف کرام نے کا کوئی کلام ہی موجود نہ ہو تو اس سلسلے میں گفتگو کیوں کر درست ہوگی اور اس کو بنیاد بنا کر کسی عقیدے کا اثبات کیوں کر درست قرار پائے گا؟

اس وجہ سے ہی بعض علمائے کرام بشمول تاج الدین الفزاری نے 'انسان اور فرشتوں میں کون افضل ہے؟' جیسے بحث کو ناپسند کیا ہے۔ امام عز بن سلام شارح طحاویہ نے اس بات کو نقل کیا ہے اور کہا ہے: ”یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ یہ علم کلام کی بدعات میں سے ہے جس کے تعلق سے امت کے ابتدائی دور کے لوگوں نے کلام نہیں کیا ہے، نہ ہی ان کے بعد اعیانِ امت نے اس سلسلے میں لب کشائی کی ہے، نہ ہی اس پر اصولِ عقائد کا کوئی اصل ہی موقوف ہے اور نہ ہی دینی امور کے بہت سے مقاصد ہی کا اس پر انحصار ہے۔(شرح الطحاویہ۲/۳۱۴)

دوسری وجہ: اسلاف کرام بشمول صحابہ کرام، تابعین یا ائمہ اربعہ وغیرہم میں سے کسی نے یہ بات نہیں کہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر خانہ کعبہ، عرشِ الٰہی اور کرسی سے افضل ہے بلکہ یہ نو ایجاد قول ہے جسے بعض متاخرین نے کہا ہے۔ اسی سلسلے میں قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور ان کے بعد دوسرے علمائے کرام نے ان کی بات کو شدومد کے ساتھ نقل کیا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: بعض علمائے کرام نے کسی قبر کے تمام مساجد سے بہتر ہونے کی جو بات نقل کی ہے وہ اسلام میں ایجاد ہے اور ایسی کوئی بات اسلاف کرام میں سے کسی سے معروف نہیں ہے۔ اسے بعض متاخرین نے نقل کیا ہے جسے دوسروں لوگوں نے اُن کے حوالہ سے خوب نقل کیا ہے اور غلط فہمی کی بنیاد پر اجماع سمجھ لیا ہے۔(مجموع الفتاوی۲۷/۱۶۲)

امام قرافی رحمہ اللہ نے بعض فضلاء کے حوالہ سے اس اجماع پر انکار نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حقیقت بعض فضلائے کرام پر مخفی رہ گئی۔ چنانچہ انہوں نے اس اجماع پر انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ فضیلت نیکیوں کی بنیاد پر حاصل ہونے والے زیادہ ثواب کی بنیاد پر حاصل ہوتی ہے۔ جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر کسی نیکی یا عبادت کی انجام دہی جائز نہیں ہے بلکہ اس پر سخت وعید ہے، چہ جائیکہ اس پر زیادہ ثواب حاصل ہو، جب قبرِ نبوی پر کسی نیکی کی انجام دہی پر ثواب کا حصول ممکن نہیں ہے اور کسی چیز کو

فضیلت اسی بنیاد پر حاصل ہوتی ہے تو پھر اس جگہ کو سب سے افضل جگہ کیوں کر قرار دیا جاسکتا ہے؟۔(الفروق للقرافی ۹۱۲/۲)

یہ اعتراض دراصل سب سے پہلے امام عزبن عبدالسلام رحمہ اللہ نے کھڑا کیا ہے۔انہوں نے اپنے امالی میں کہا ہے: مکہ مدینہ سے بہتر ہے یا مدینہ مکہ سے بہتر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے ایک شہر میں نیکی کرنے کا ثواب دوسرے شہر کے مقابلے زیادہ حاصل ہوتا ہے،اس سے قاضی عیاض رحمہ اللہ کے اس قول پر اعتراض پیدا ہوتا ہے جس میں انہوں نے اس بات پر امت کا اجماع ہے نقل کیا ہیکہ قبر شریف افضل ترین مقام ہے کیونکہ کسی انسان کے لئے اس میں عبادت کی انجام دہی ممکن ہی نہیں ہے۔(ملاحظہ ہو: وفاء الوفاء للسمہودی ۳۵/۱)

امام تقی سبکی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک جماعت کو دیکھا ہے کہ وہ اس اجماع کی سخت تردید کرتے ہیں۔مجھ سے قاضی القضاۃ شمس الدین سروجی حنفی رحمہ اللہ نے کہا: میں نے اپنے مذہب کی پچاس کتابوں کا مطالعہ کیا لیکن میں نے ان میں سے کسی میں اس مسئلہ کا تذکرہ نہیں پایا۔(فتاویٰ السبکی ۲۷۹/۱)

گویا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اکیلے ہی قاضی عیاض رحمہ اللہ کے نقل کردہ اجماع کی تردید نہیں فرمائی ہے بلکہ بہت مؤقر اور معتبر علمائے امت نے اس اجماع پر اعتراض کیا ہے۔قاضی عیاض رحمہ اللہ کا علمی مقام ومرتبہ اپنی جگہ مسلم ہے اور ہم آپ کی خدمات کے معترف بھی ہیں لیکن ان کے اوران کی کتاب کے سلسلے میں امام ذہبی رحمہ اللہ کی بات صدفی صد درست ہے کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کی تصنیفات عمدہ ہیں اور آپ کی تالیفات میں سب سے بہتر کتاب الشفا ہے،کیا ہی بہتر ہوتا کہ امام موصوف اپنی اس کتاب میں کمزور حدیثیں ذکر نہ کئے ہوتے۔یہ تالیف ایسے امام کی ہے جس کا نقد حدیث سے کوئی سروکار نہیں رہا ہے لیکن امید ہے کہ اللہ حسنِ نیت کا ثواب عطا کرے گا اور آپ کی کتاب الشفا کی بنا پر آپ کو اجروثواب عطا کرے گا۔اسی طرح اس کتاب میں کچھ تاویلات در آئی ہیں۔ہمارے رسول ﷺ کی تعریف کے لئے احادیث اور اخبار آحاد ہی کافی ہیں چہ جائیکہ ہمیں اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کمزور اور موضوع روایات کی ضرورت پڑے پھر بھلا اس تعلق سے ہم موضوع احادیث کا سہارا کیوں کر لیں۔۔۔(سیر اعلام النبلاء ۲۱۶/۲۰)

تیسری وجہ: اس مسئلہ کے نو ایجاد ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ائمہ متقدمین نے مکہ مکرمہ کے مدینہ منورہ سے بہتر ہونے کے سلسلے میں خوب علمی گفتگو کی ہے۔جمہور علمائے کرام نے کہا ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے جبکہ مالکیہ نے مدینہ منورہ کو افضل بتایا ہے۔(ملاحظہ ہو: الموسوعۃ الفقہیۃ ۱۵۶-۱۵۴/۳۲)اس کے بعد بھی کسی نے مسئلہ ہذا میں قبر نبوی کی افضلیت کے سلسلے میں منقول اجماع سے استشہاد نہیں کیا ہے۔اس کا تذکرہ متاخرین نے کیا ہے۔اس پورے قضیہ پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ مسئلہ نیا ہے۔

چوتھی وجہ: اس فضیلت سے یہ خرابی لازم آتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر کے پاس عبادت کرنا اوراس کی مجاوری کرنا مستحب عمل ہے بلکہ بیت اللہ میں نماز پڑھنے سے زیادہ فضیلت یافتہ وہاں نماز پڑھنا ہے جبکہ یہ بالا جماع باطل ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ انبیائے کرام اور صلحاء کی قبریں مسجدوں سے افضل ہیں اور وہاں دعا کرنا مسجدوں میں دعا کرنے حتی کہ مسجد حرام اور مسجد نبوی میں بھی دعا کرنے سے زیادہ افضل ہے تو اس کا بطلان واضح ہے اوراس کے بطلان پر علمائے امت کا اجماع ہے جیسا کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مساجد میں اعتکاف کرنا قبر کے پاس اعتکاف کرنے سے افضل ہے۔(مجموع الفتاوی ۲۶۰/۲۷)

پانچویں وجہ: اگر یہ بات درست مان لیتے ہیں تو اس سے مزید ایک خرابی یہ لازم آئے گی کہ گویا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کا گھر مسجد نبوی، خانۂ کعبہ اور دیگر تمام مقامات سے بہتر تھا کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تک بقید حیات رہے اپنے گھر میں ذکرواذکار اور نفلی نمازیں ادا کرتے رہے جبکہ یہ ایک باطل مفروضہ ہے کیونکہ مسجد نبوی آپ کے گھر سے افضل ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد ہی میں اعتکاف کیا کرتے تھے اور مسجد ہی کا ''شدرحال'' کیا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کے سب سے افضل انسان تھے اور آپ کے بعد اس امت کی سب سے بہتر جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی۔ان کی عبادتیں بعد کے لوگوں سے بہتر تھیں۔جب ان کی وفات ہوگئی تو ان کی قبریں اُن کے گھروں سے بہتر نہیں تھیں بلکہ ان کے جسم بھی موت کے بعد زندگی کے مقابلے زیادہ عبادت گزار اور اطاعت شعار باقی نہیں رہ گئے۔(مجموع الفتاوی ۲۶۰/۲۷)

چھٹی وجہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:''اَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ مَسَاجِدُهَا'' یعنی اللہ جل شانہ کے نزدیک پسندیدہ جگہیں مساجد ہیں''۔(صحیح مسلم/761)

یہ حدیث عام ہے جس کے رو سے مسجدیں تمام جگہوں، تمام گھروں اور تمام قبروں سے زیادہ فضیلت یافتہ قرار پائیں گی اور ہمیں معلوم ہے کہ اسلام میں قبروں کی

تعظیم موجود نہیں ہے۔ اسلام میں صرف قبروں کی زیارت حصولِ عبرت اور سلام بھیجنے کے لئے مشروع ہے۔ قبروں کی تعظیم یا اس کے لئے سفر مشروع نہیں ہے۔

ساتویں وجہ: اگر یہ بات درست مان لیتے ہیں تو اس کے رو سے لازم آئے گا کہ تمام انبیائے کرام، صحابہ کرام اور نیکوکاروں کی قبریں خانۂ کعبہ اور عرش سے افضل ہوں کیونکہ جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو خانۂ کعبہ اور عرش سے بہتر بتایا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل البشر ہیں۔ ہمیں یہ بات معلوم ہے کہ اہل ایمان فرشتوں اور دیگر مخلوقات سے مطلقاً افضل و برتر ہیں۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات سے برتر ہیں اور اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان فرشتوں سے افضل ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں میں سب سے افضل و برتر ہیں۔ (شرح صحیح مسلم ۱۵/۳۷)

اگر ہم یہ مانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر آپ کے جسم اطہر کے اس میں مدفون ہونے کی وجہ سے افضل ہے تو یہ بات تمام انبیائے کرامؑ، صحابہ کرامؓ اور صلحائے عظام کی قبروں میں بھی موجود ہے۔ اس بنیاد پر تمام انبیائے کرام اور صلحائے عظام کی قبریں عرش الٰہی اور کعبہ مشرفہ سے برتر ثابت ہوں گی جبکہ اس فکر و خیال کے باطل ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اگر یہ بات درست مان لیتے ہیں تو اس کی بنیاد پر ہر نبی اور ہر نیک انسان کی قبر اللہ کے گھروں مساجد سے بہتر ماننا لازم آئے گا۔ اس قول کی بنیاد پر مخلوق کے گھر اللہ کے گھروں سے بہتر ثابت ہوں گی جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان میں اللہ کا ذکر کو بلند کیا جائے۔ یہ دین میں نو ایجاد قول ہے اور اصول اسلام کے مخالف ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ۲۷/۱۶)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید کہتے ہیں: بعض لوگوں نے کسی قبر کے بارے میں کہا ہے کہ وہ تمام مسجدوں سے افضل ہے تو یہ اسلام میں ایک نو ایجاد قول ہے، اسلاف کرام میں سے کسی نے یہ بات نہیں کہی ہے۔ بعض متاخرین نے اسے ذکر کیا ہے جن سے دوسروں لوگوں نے اخذ کرلیا ہے اور اجماع سمجھ کر نقل کر دیا ہے، اس دلیل سے کہ انبیائے کرام کے اجسام مساجد سے بہتر و برتر ہوتے ہیں لیکن ان کا یہ قول تمام مومنوں کے اجسام کے بارے میں بھی عام ہوگا کیونکہ مومنوں کے اجسام زمین کے سبھی مٹی سے افضل ہیں۔ ان کے اجسام کے افضل ہونے سے لازم نہیں آتا ہے کہ حالتِ حیات یا حالت موت میں اُن کے رہنے کی جگہ بھی افضل ہو، بلکہ یہ تو مسلمہ حقیقت ہے کہ مسجدیں انبیائے کرام کے گھروں سے افضل ہیں۔ (مجموع الفتاویٰ ۲۷/۲۶۱)

آٹھویں وجہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو افضل کہنے والوں نے اس بات سے بھی دلیل پکڑی ہے کہ آپ کی پیدائش اس مٹی سے ہوئی ہے جہاں آپ مدفون ہیں تو گویا کہ آپ کی قبر کی مٹی تمام مخلوقات سے افضل ہوگی۔ ان حضرات نے اپنے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے اُن عمومی احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں ہے کہ ہر مخلوق کو اس قبر میں ہی دفن کیا جاتا ہے جس کی مٹی سے اس کی پیدائش ہوئی ہوتی ہے اور ان احادیث مبارکہ سے بھی استدلال کیا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں خصوصی طور پر وارد ہیں۔ ان میں سے کچھ احادیث درج ذیل ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر سے گزرے تو آپ نے کچھ لوگوں کو ایک قبر کھودتے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کے بارے میں اُن سے پوچھا۔ لوگوں نے بتایا کہ ایک حبشی یہاں تشریف لایا تھا اور وہ وفات پا گیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ! سِيقَ مِنْ اَرْضِهِ وَسَمَائِهِ إِلَى التُّرْبَةِ الَّتِي خُلِقَ مِنْهَا" یعنی اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، یہ اپنی زمین اور آسمان سے اس قبر کی طرف لایا گیا جس سے اس کی پیدائش ہوئی تھی۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار للہیثمی ۲/۸۴۲، ہیثمی نے مجمع الزوائد ۳/۴۲ میں کہا ہے کہ اس میں علی بن مدینی کے والد عبداللہ ضعیف ہیں۔)

ایک دوسری روایت بیان کی جاتی ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی پیدائش رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت سے ہوئی ہے۔ (اسے طبرانی نے المعجم الاوسط/5126 میں نقل کیا ہے اور ہیثمی نے مجمع الزوائد ۳/۴۶ میں کہا ہے کہ اس میں احوص بن حکیم ہیں جنہیں عجلی نے ثقہ کہا ہے باقی ائمہ جرح وتعدیل نے ضعیف قرار دیا ہے)

اس معنی کی دوسری روایتیں بھی موجود ہیں لیکن یہ احادیث درست نہیں ہے اور علمائے کرام نے ان روایتوں کو باطل قرار دیا ہے۔ ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے موضوع احادیث سے استدلال کیا ہے جن آگاہ ہونا اور بچنا ازحد ضروری ہے۔ (المحلی ۵/۳۲۴)

نویں وجہ: جو لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر کو عرش عظیم اور کعبہ مشرفہ سے بہتر بتاتے ہیں ان میں سے اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو اللہ جل جلالہ کے عرش پر حقیقی استواء کے منکر ہیں۔ وہ لوگ نیکوکاروں کی شان میں غلو کرتے ہیں اور اسے حقیقت محمدیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس بنیاد پر یہ لوگ قبرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس عرش پر فضیلت دیتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ مستوی ہے۔

اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر وہ شخص جو یہ عقیدہ رکھتا ہے وہ علوِ الٰہی کے عقیدہ کا منکر ہے بلکہ اس کا مقصد بعض ان اصول کی نشاندہی ہے جو اس طرح کے

اعتقادات کے کوکھ سے جنم لیتے ہیں۔

بلاشبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو افضل بتانے والے کے بھی درجات ہیں۔ کچھ لوگ صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر میں ہونے کی وجہ سے قبر کو افضل قرار دیتے ہیں تو کچھ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر کے پاس عبادتوں کو مشروع مانتے ہیں اور کچھ لوگ بعض شرکیات وغیرہ میں بھی واقع ہو جاتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ جس زمین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین عمل میں آئی ہے کیا وہ مسجد حرام سے افضل ہے؟ انہوں نے جواباً عرض فرمایا: جس زمین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں اس کے مسجد نبوی، مسجد حرام یا مسجد اقصیٰ سے افضل ہونے کی بات قاضی عیاض رحمہ اللہ کے علاوہ کسی نے نہیں کہی ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے لیکن ہمارے علم کی حد تک ان سے پہلے کسی نے یہ بات نہیں کہی ہے اور اس بات کی کوئی دلیل بھی موجود نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مسجد سے افضل ہے، البتہ آپ کے افضل ہونے سے لازم نہیں آتا ہے کہ جس مٹی سے آپ کی خلقت عمل میں آئی ہو یا جس میں آپ مدفون ہوں وہ افضل ہو کیونکہ کسی نے یہ بات نہیں کہی ہے کہ آپ کے والد عبداللہ کا جسم انبیائے کرام کے بدن سے افضل تھا۔ اللہ کا دستور ہے کہ زندوں سے مردوں کو اور مردوں سے زندوں کو نکالتا ہے۔ نوح علیہ السلام باعزت نبی تھے جبکہ غرقاب ہونے والا آپ کا بیٹا کافر تھا، ابراہیم علیہ السلام خلیل الرحمٰن تھے جبکہ ان کے والد آزر بت گر کافر تھا۔ دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق طور پر مساجد افضل ہیں ان سے انبیائے کرام یا صلحائے عظام کی قبریں مستثنیٰ نہیں ہیں۔ اگر یہ بات درست ہوتی تو اس بنیاد پر لازم آئے گا کہ ہر نبی بلکہ ہر نیک انسان کی قبر اللہ کے گھروں یعنی مسجدوں سے بہتر ہوں۔ اس بنیاد پر لازم آئے گا کہ مخلوق کے گھر اللہ کے گھر سے افضل ہیں جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے جن کو بلند کرنے اور اپنے ذکر کا حکم دیا ہے۔ یہ دین میں نو ایجاد قول ہے جو کہ اصول اسلام سے متصادم ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ۲۷/۳۷)

اِن تمام وجوہات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ اپنی جگہ مسلم ہے۔ آپ اس کائنات کے سب سے افضل اور برتر ہیں بلکہ تمام نبیوں اور رسولوں کے سردار ہیں لیکن آپ کی قبر کو خانۂ کعبہ، عرشِ الٰہی یا کرسی سے بہتر بتانے کی بات محتاجِ دلیل ہے اور اس بات پر کوئی صحیح دلیل موجود نہیں ہے اور اس سلسلے میں اجماع کا دعویٰ درست نہیں ہے کیونکہ اسلافِ امت نے اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆☆☆

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 26 جلدیں)

تاریخ اهل حدیث (1 تا 10 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ 110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

علم دین کی اہمیت وفضیلت

کوثر اعظم پورنوی

علم دین وہ علم ہے جو انسان کو اللہ رب العالمین کی معرفت اس کے احکامات اور شریعت کے اصول وضوابط سے آگاہ کرتا ہے زندگی کو بہتر انداز میں گزارنے کا طریقہ سکھاتا ہے اور آخرت میں کامیابی کی راہ دکھاتا ہے اللہ رب العالمین نے اپنے کلام مجید میں ارشاد فرمایا: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ اے نبی کہو کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں پتہ چلا کہ علم دین صاحب علم کو جاہل سے ممتاز کرتی ہے۔ (سورہ الزمر آیت 9) علم دین کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے دلیل یہ حدیث پاک ہے۔ عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: طلب العلم فريضة على كل مسلم. (سنن ابن ماجہ: 224)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ لیکن آج ہمارے معاشرے اور سماج میں اکثر لوگ علم دین سے کوسوں دور ہیں۔ اور دینی علوم کے حصول کا رجحان کم ہوتا جارہا ہے جبکہ دینی علم نعمت خداوندی اور رحمت ربانی وبرکت کا ذریعہ باعث نجات وسربلندی ہے اسی علم نے قوم مسلم کو ہر محاذ پر کامیاب کیا لیکن عصر حاضر میں حال یہ ہے کہ لوگ وضو اور غسل کے فرائض سے بھی ناواقف ہیں ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی حصول علم کے لیے نکلتا ہے تو اللہ رب العالمین اس کے لیے جنت کے راستے کو آسان کر دیتا ہے۔

دلیل یہ حدیث پاک ہے۔ من سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له به طريقا الى الجنة حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص علم کی تلاش کیلئے راستہ طے کرتا ہے تو اللہ رب العالمین اس شخص کیلئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ رب العالمین اہل علم کا درجہ بڑھاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ اللہ رب العالمین تم میں سے ان لوگوں کے درجات کو بلند کرتا ہے جو ایمان لیکر آئے اور جنہوں نے علم عطا کیا اور اللہ رب العالمین جو تم کچھ کر رہے ہو خبر رکھنے والا ہے۔ (سورہ المجادلہ آیت 11)

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ علم والوں کا مقام ومرتبہ اللہ رب العالمین کے نزدیک انتہائی بلند ہے۔ علم دین انسان کو گمراہی اور جہالت کے اندھیروں سے نکال کر ھدایت کی روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔ علم دین انسان کو نہ صرف دنیاوی معاملات میں رہنمائی فراہم کرتا ہے بلکہ آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔ علم دین کی بدولت انسان اچھے اخلاق اور کردار کا حامل بن جاتا ہے۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: ليس بعد الفرائض أفضل من طلب العلم فرائض کے بعد سب سے افضل علم دین کا طلب کرنا ہے۔

علم دین طلب کرنے والوں کیلئے فرشتے اور سمندر کی مچھلیاں استغفار کرتی ہیں

وان الملائكة لتضع أجنحتها رضا لطالب العلم وان العالم ليستغفرله من في السموات ومن في الأرض والحيتان في جوف الماء. (سنن ابوداؤد 3641) اور فرشتے علم دین کے طلبگار کیلئے خوشی سے اپنے پر بچھاتے ہیں اور آسمان وزمین میں موجود تمام مخلوقات حتیٰ کہ پانی کے اندر مچھلیاں بھی استغفار کرتی ہیں۔

اسی طرح حدیث میں ہے۔ فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب. اور بلاشبہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسے ہی ہے جیسے کہ چودھویں کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے۔

جس طرح چاند اپنی روشنی سے رات کے اندھیروں کو روشنی کرتا ہے اور انسان کو راستہ دکھاتا ہے۔ اسی طرح ایک طالب علم اپنی تعلیم وتربیت اور علم سے لوگوں کو ھدایت کا راستہ دکھاتا ہے۔ عابد صرف عبادت کرتا ہے لیکن عالم دوسروں کو بھی اللہ رب العالمین کی طرف بلاتا ہے اور ان کی زندگی کو سنوارنے میں مدد کرتا ہے عالم کی فضیلت کا مطلب یہ ہے کہ علم رکھنے والا نہ صرف خود نیکی کے راستے پر چلتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی اس راستے پر گامزن کرتا ہے عابد کی عبادت صرف اس کیلئے فایدہ مند ہوتی ہے جبکہ عالم کا علم پورے معاشرے کیلئے نفع بخش ہوتا ہے۔

اذا مات الانسان، انقطع عنه عمله الا من ثلاثة: الا من صدقة جارية، أو علم ينتفع به، أو ولد صالح يدعو له. حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب انسان فوت ہو جاتا ہے۔ تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین اعمال کے 1۔ صدقہ جاریہ 2۔ یا ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔ 3۔ نیک اولاد جو اس کے مرنے کے بعد اس کیلئے دعا کرے۔ علم دین کا سیکھنا اور سکھانا صدقہ جاریہ ہے کیوں کہ اس سے دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں فایدہ ہوتا ہے اور اس کا اجر مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ علم عظیم نعمت ہے جو انسان کو رب العالمین کے قریب کرتی ہے اور اسے دنیا وآخرت کی کامیابی عطا کرتی ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ خود بھی علم دین حاصل کریں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دلائیں یہی ہماری کامیابی کا ذریعہ ہے۔

☆☆☆

اندرون میقات کے لوگوں کے لئے حج وعمرہ کی میقات

(امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف)

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی، مئو

کعبہ مکرمہ کو اللہ تبارک وتعالی نے اپنے بندوں کا قبلہ اور اپنا محترم ومقدس گھر (بیت اللہ) قرار دیا ہے، اور جو لوگ وہاں کی حاضری کی استطاعت رکھتے ہوں۔ ان پر عمر میں ایک دفعہ حاضری اور حج وعمرہ کرنا فرض قرار دیا ہے، اور اس حاضری اور حج وعمرہ کے کچھ لازمی آداب مقرر فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حاضری دینے والے بندے اپنے روزمرہ کے اور عام عادی لباس میں حاضر نہ ہوں۔ بلکہ ایسے فقیرانہ ودرویشانہ لباس میں حاضر ہوں جو مردوں کے کفن سے مشابہت رکھتا ہو اور آخرت میں میدان حشر کی حاضری یاد دلاتا ہو، بس ایک تہبند باندھ لیں اور ایک چادر جسم کے اوپر کے حصے پر ڈال لیں، سر بھی کھلا ہو، (یہ پابندی صرف مردوں کے لئے ہے عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں)

مکہ مکرمہ اور کعبہ معظمہ سے دور دراز علاقوں کے لوگوں کے لئے اپنے وطن اور گھر ہی سے یہ پابندی چونکہ دشوار اور حرج کا باعث تھی اس لئے بیرون مکہ کے مختلف بلاد سے حجاج ومعتمرین کے لئے مکہ معظمہ کے قریب مختلف سمتوں میں کچھ مقامات مقرر کردیئے گئے ہیں اور حکم دیا گیا ہے کہ حج وعمرہ کے ارادہ سے آنے والے ان بلاد کے لوگ جب ان میں سے کسی مقام پر پہنچیں تو ''بیت اللہ'' اور ''بلد اللہ الحرام'' کے ادب واحترام میں وہیں سے احرام بند ہو جائیں۔ حج یا عمرہ کی نیت سے مخصوص ہیئت اختیار کرلیں، یعنی احرام باندھ لیں، مختلف سمتوں کے یہ معین مقامات، ''میقات'' کہلاتے ہیں۔ البتہ اہل مکہ اور مقیم مکہ کے لئے میقات ان کی اپنی منزل ہے جہاں سے وہ حج یا عمرہ کے لئے سفر شروع کریں گے، میقات تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ ذوالحلیفہ: (جسے آج کل ابیار علی کہا جاتا ہے) یہ مدینہ منورہ ومضافات مدینہ کے لوگوں کے لئے میقات ہے، یہ مدینہ سے قریب جنوب میں تقریباً پانچ میل پر واقع ہے، اور مکہ سے شمال میں کم وبیش (۴۵۰) کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔

۲۔ جحفہ: یہ اہل شام کے لئے میقات ہے، جو مکہ سے شمال مغرب میں (۱۸۷) کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔

۳۔ قرن منازل: جسے آج کل سیل کہا جاتا ہے، یہ اہل نجد کی میقات ہے، یہ مکہ مکرمہ سے مشرق میں (۹۴) کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔

۴۔ ذات عرق: یہ اہل عراق کی میقات ہے، یہ مکہ سے شمال مشرق میں (۹۴) کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔

۵۔ یلملم: جسے ان دنوں ''سعدیہ'' کہا جاتا ہے، یہ مکہ سے جنوب میں (۵۴) کلومیٹر پر واقع ہے۔ (کلومیٹر میں یہ مسافتیں ''فقہ السنۃ'' للسید سابق سے ماخوذ ہیں، ''تیسیر العلوم'' کے حوالہ سے ''مرعاۃ'' میں یہ مسافتیں بالترتیب یہ مرقوم ہیں۔ ۴۳۰، ۲۰۱، ۸۰، ۸۰، ۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پانچوں مقامات کو خود ان اقالیم وممالک کے باشندوں کے لئے بھی اور ان سب بلاد اور علاقے کے ان تمام لوگوں کے لئے بھی جو حج وعمرہ کے لئے ان مقامات کی طرف سے آئیں میقات قرار دیا ہے، فقہائے امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص حج یا عمرہ کے لئے ان مواقیت میں سے کسی میقات کی طرف سے آئے اس کے لئے واجب ہے کہ وہ احرام باندھ کر اس مقام سے آگے بڑھے، یعنی اگر کوئی شخص میقات سے احرام کے بغیر گذر جائے اور آگے بڑھ جائے پھر احرام باندھے، تو یہ خطا ہے، اس کی تلافی کے لئے اسے فدیہ، ایک دم دینا ہوگا، ایک جانور قربان کرنا ہوگا۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے بیان فرمایا کہ

وقت رسول الله صلى الله عليه وسلم لأهل المدينة ذاالحليفة، ولأهل الشام الجحفة، ولأهل نجد قرن المنازل، ولأهل اليمن يلملم، فهن لهن، ولمن أتى عليهن من غير اهلهن، لمن كان يريد الحج والعمرة، فمن كان دونهن فمثله من أهله، وكذاك، وكذاك، حتى أهل مكة يهلون منها. (متفق علیہ)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کو اہل مدینہ کے لئے، جحفہ کو اہل شام کے لئے، قرن منازل کو اہل نجد کے لئے، یلملم کو اہل یمن کے لئے، اور ذات عرق کو اہل عراق کے لئے میقات مقرر فرمایا، یہ میقات ہیں مذکورہ مقامات کے رہنے والوں کے لئے بھی، اور ان سب لوگوں کے لئے بھی جو دوسرے علاقوں اور مقامات سے ان مواقیت میں سے کسی پر ہوتے ہوئے آئیں، جن کا ارادہ حج یا عمرہ کا ہو، اور جو لوگ ان مواقیت کے ورے ہوں (یعنی ان مواقیت اور مکہ کے درمیان کے رہنے

والے ہوں) تو وہ اپنے گھر ہی سے احرام باندھیں، انھیں مذکورہ مواقیت میں سے کسی پر جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ قاعدہ اسی طرح چلے گا، (یعنی مکہ سے قریب اور قریب تر کا یہی حکم ہوگا) حتی کہ اہل مکہ۔ مکہ کے باشندے مکہ ہی سے احرام باندھیں گے۔

(مقیم مکہ اور تنزیل مکہ بھی بمنزلہ اہل مکہ ہیں۔ ان کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ میقات کے اندر مکہ میں جہاں ان کی اقامت گاہ اور منزل ہے وہ وہیں سے احرام باندھیں گے۔

☆ یہ حدیث شریف اس بارے میں بظاہر نص صریح ہے کہ بیرون مکہ، آفاقی، ماورائے میقات سے بارادۂ حج وعمرہ مکہ آنے والوں کے لئے جس طرح حج وعمرہ دونوں کی میقات اور احرام گاہ وہی میقات ہے جس کے راستہ سے وہ آئیں۔ اسی طرح اندرون میقات رہنے والے لکی، مقیم مکہ وتنزیل مکہ سب کے لئے حج وعمرہ دونوں کی میقات اور احرام گاہ وہی مقام ہے جہاں، وہ قیام پذیر ہیں، جس طرح مکی وغیرہ کو صبح کے احرام کے لئے کسی میقات پر یا حدود حرم سے باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے، اسی طرح انھیں عمرہ کے لئے بھی حدود حرم سے باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے، وہ اپنی منزل ہی سے عمرہ کا بھی احرام باندھ سکتے ہیں، جیسا کہ حج کا اپنی منزل ہی سے احرام باندھتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے جامع صحیح میں اپنی تبویب کے ذریعہ اسی کو بیان فرمایا ہے، اور پھر اسی کو اسی حدیث ابن عباس سے مدلل فرمایا ہے، چنانچہ امام بخاری نے ان صریح الفاظ میں باب منعقد فرمایا ہے:

باب مهل اهل مكة للحج والعمرة علامہ سندھی اس کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس تبویب کے ذریعہ اس امر پر تنبیہ فرمائی ہے کہ حدیث ابن عباس میں اہل مکہ کے لئے جو میقات بیان کی گئی ہے کہ وہ مکہ ہی سے احرام باندھیں گے، تو یہ حج وعمرہ دونوں کے لئے ہے، نہ کہ صرف حج کے لئے۔ (مرعاۃ: ۲۴۸/۶)

علامہ شیخ الحدیث مبارکپوری رحمہ اللہ نے بھی اس باب اور اس حدیث کی یہی توجیہ وتشریح بیان فرمائی ہے۔ (مرعاۃ: ۶/ ۲۴۷)

مولانا داؤد راز دہلوی رحمہ اللہ ''ترجمہ وتشریح صحیح بخاری'' میں اس باب اور اس میں مروی حدیث ابن کا ترجمہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں: معلوم ہوا کہ حج وعمرہ کے لئے میقات میں فرق نہیں ہے، یہی امام بخاری کا مقصد ہے'' (جلد دوم ص: ۵۴۵)

شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالستار الحماد حفظہ اللہ نے ''ہدایۃ القاری شرح صحیح بخاری'' میں امام بخاری کی تبویب، اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شرح وبیان میں امام بخاری کا مقصد اور حدیث کا مطلب یہی لکھا ہے، اور آخر میں یہ تصریح فرمائی ہے۔ اہل مکہ کے لئے حج وعمرہ کے میقات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (۳۲۲/۳)

مولانا حکیم عصمت اللہ رحمانی مئوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے سفرنامۂ حج ''زاد الحرمین'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''اس حدیث۔ یعنی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ کو حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں مکہ معظمہ کو اہل مکہ کے لئے حج وعمرہ کی میقات ثابت کرنے کے سلسلہ میں روایت فرمایا ہے، بہرحال حج وعمرہ دونوں کے لئے مکی کی میقات مکہ ہے۔'' (ص ۸۶)

علامہ امیر یمانی، علامہ شوکانی، شیخ الحدیث مبارکپوری، علامہ شیخ البانی اور مولانا صفی الرحمن مبارکپوری رحمہم اللہ کی تحقیق میں بھی راجح یہی ہے کہ اہل مکہ یعنی مکی، مقیم مکہ ونزیل مکہ کے لئے حج وعمرہ کی ایک ہی میقات ہے، وہی مقام جہاں وہ مکہ میں ہوں گے، اور جہاں سے وہ عمرہ کا انشاء اور اس کے لئے سفر شروع کریں گے، جس طرح مکی وغیرہ کو حج کے احرام کے لئے کسی میقات پر، یا حدود حرم سے باہر مثلاً تنعیم وغیرہ جانے کی ضرورت نہیں ہے، اسی طرح انھیں عمرہ کے لئے بھی حدود حرم سے باہر، اقرب حل، تنعیم وغیرہ جانے کی کوئی حاجت نہیں ہے، اندرون مکہ، یا اندرون حدود حرم اپنی منزل اپنی قیام گاہ ہی سے عمرہ کا احرام باندھ سکتے ہیں، اور عمرہ کر سکتے ہیں، جیسا کہ حج کے لئے اپنی منزل وقیام گاہ سے احرام باندھتے ہیں، کسی میقات تا حدود حرم سے باہر تنعیم وغیرہ جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ملاحظہ ہو، سبل السلام (۹۳۶/۲) السیل الجرار (۳۱۶/۲) مرعاۃ، مطبوعہ بنارس (۲۴۷/۶۔۲۴۸)، مناسک الحج والعمرۃ (ص ۱۳) اتحاف الکرام، مطبوعہ کویت ص ۲۰۲)

☆ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی متفق علیہ حدیث مذکور کے ظاہر نص اور عموم سے ثابت شدہ تحقیقی مسئلہ وہی ہے جو سطور بالا میں تحریر کیا گیا ہے، لیکن جمہور ائمہ وفقہاء، جن میں ائمہ اربعہ بھی شامل ہیں، اس حدیث کے عموم سے عمرہ کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک اہل مکہ، مکی ومقیم ونزیل مکہ کے لئے عمرہ کی میقات وہی مقام نہیں جہاں مکہ میں قیام پذیر ہیں، بلکہ وہ مقام ہے جہاں حدود حرم ختم ہوتی ہیں، یہ لوگ حدود حرم سے باہر کسی قریب ترین مقام مثلاً تنعیم وغیرہ جا کر وہاں سے عمرہ کا احرام باندھیں گے وہاں سے عمرہ کے لئے احرام باندھیں گے وہاں سے عمرہ کے لئے احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہوں گے اور عمرہ کریں گے۔

جمہور کے نزدیک حدیث ابن عباسؓ کے عموم سے عمرہ کے استثناء وتخصیص کی دلیل ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے عمرہ کا قصہ اور اس سے متعلق مروی حدیث ہے، یہ حدیث بھی متفق علیہ ہے، خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کے سفر میں آپ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئیں، میقات مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھا، لیکن جب مکہ معظمہ

کے قریب مقام سرف پہنچیں تو انھیں خاص ایام شروع ہوگئے، انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ عمرہ کو حج میں شامل اور داخل کرلیں، اپنے حج کو حج قران قرار دے لیں، مکہ معظّمہ پہنچ کر طوافِ کعبہ وسعی بین الصفا والمروہ کے علاوہ وہ سب کچھ کریں جو حاجی کو کرنا ہوتا ہے، چنانچہ وہ سب مناسک حج ادا کرتی ہیں، تا آنکہ وہ (علی اختلاف الروایات) یوم عرفہ (نویں ذی الحجہ) یا یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) کو پاک ہوگئیں، اور پھر یوم النحر کو مکہ معظّمہ آکر طواف وسعی بھی کیا چونکہ وہ مارنہ (حج قران والی) ہوگئیں اس لئے ان کا یہ طواف وسعی حج وعمرہ دونوں کے لئے ہوگیا، اور بیک وقت ان کا حج وعمرہ دونوں ہوگیا۔ لیکن انھیں یہ خلش اور کسک رہی کہ ان کو علیحدہ عمرہ حاصل نہیں ہوا، چنانچہ یوم النفر، یعنی واپسی کے دن حضرت عائشہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، تو آپ نے حضرت صدیقہ کے بھائی عبدالرحمٰن کو حکم دیا کہ نھیں ساتھ لے کر مقام تنعیم جاؤ (جو حدودحرم سے باہر حل میں ہے)، وہ وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں اور عمرہ کرلیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور اس کے بعد واپسی ہوئی۔

اسی واقعہ سے جمہور ائمہ وفقہاء نے یہ اخذ کیا ہے کہ اہل مکہ (مکی ومقیم ونزیل مکہ) کے لئے عمرہ کا معاملہ حج سے مختلف ہے۔ حج کا احرام تو اپنے گھر اور اپنی منزل وقیام گاہ ہی سے باندھیں گے، لیکن عمرہ کرنے، اور اس کا احرام باندھنے کے لئے انھیں حدودحرم سے باہر کسی مقام حل میں جانا اور وہاں سے احرام باندھنا ضروری ہے، چنانچہ اسی پر قدیم سے عمل اور تعامل چلا آرہا ہے۔

☆ پہلے مذکورہ الصدر (امام بخاری وغیرہ کے) موقف کے قائلین، جمہور مذکورہ دلیل کا یہ جواب دیتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ضابطہ اور قانون کلی کے طور پر صراحت کے ساتھ یہ بیان ہوا ہے کہ اہل مکہ کے حج وعمرہ دونوں کے لئے ان کا گھر اور منزل ہی میقات ہے، وہ وہیں سے احرام باندھیں گے۔ اور حضرت صدیقہ کا واقعہ ''واقعة حال لاعموم لها'' کا مصداق ہے، چونکہ حضرت صدیقہ کو یہ غلط فہمی، اور اس بنا پر ان کو کسک تھی کہ ان کو عمرہ حاصل نہیں ہوا ہے، اس لئے انھیں حدودحرم سے باہر تنعیم جانے اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آنے کا حکم ہوا، تاکہ انھیں لگے کہ وہ بھی عمرہ کے لئے سفر کرکے آئی ہیں اور علیحدہ مستقل عمرہ کیا ہے، گویا یہ ان کی تطییب خاطر اور دلجوئی کے لئے حکم ہوا تھا، نہ کہ اس لئے کہ انھیں عمرہ کے لئے حدودحرم سے باہر جانا کوئی ضروری تھا۔

پھر حضرت صدیقہ نہ مکی تھیں، نہ مقیم مکہ تھیں، بلکہ وہ آفاقی نزیل مکہ تھیں، تو یہ تو ایک مخصوص صورت حال ہے، اس خاص جزئی صورت کے لئے یہ حکم دیا گیا، یہ کوئی عام حکم نہیں تھا، کہ یہ مکی اور مقیم مکہ سب کو شامل ہوجائے۔ نیز جیسا کہ بیان کیا گیا، حضرت صدیقہ کو یہ حکم ان کی دلجوئی کے لئے تھا۔ اور کسی دوسری مرفوع حدیث میں یہ بیان نہیں ہوا ہے کہ اہل مکہ کے لئے عمرہ کے احرام کے واسطے حدودحرم سے باہر جاکر وہاں سے احرام باندھنا ضروری ہے، جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں اس کے برخلاف یہ صراحت ہے کہ اہل مکہ کو عمرہ کے احرام کے لئے حدودحرم سے باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے، اپنے مقام ومنزل ہی سے احرام باندھیں گے، لہٰذا واقعہ صدیقہ سے ثابت نہیں ہوسکتا کہ اہل مکہ اگر اپنی منزل اور قیام گاہ سے ہی عمرہ کا احرام باندھیں گے تو یہ صحیح نہیں ہوگا اور یہ عمرہ ادا نہیں ہوگا۔

☆ بہرآئینہ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اہل مکہ (مکی ومقیم مکہ ونزیل مکہ) حدودحرم سے باہر جاکر کسی قریب مقام حل تنعیم وغیرہ سے سے عمرہ کا احرام باندھیں اور عمرہ کریں۔ جیسا کہ تعامل ہے۔ تو یہ عمرہ بلاشبہ صحیح ہے۔ یہ بحث میں نے بطور مذاکرہ علمیہ لکھی ہے، کوئی فتوی دینا مقصود نہیں ہے۔

فائدہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی زیر بحث حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں داخل ہونے کے لئے میقات سے احرام باندھ لینے کی پابندی فقط اس کے لئے ہے جو عازم حج وعمرہ ہو، حج یا عمرہ کے ارادہ سے مکہ آئے، لیکن جو حج یا عمرہ کے علاوہ کسی اور مقصد وحاجت سے مکہ آئے، مثلاً سیاحت وملازمت، کسب وتجارت، طلب علم وغیرہ تو اس کے لئے یہ پابندی نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہوسلم نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ:

هن لهن، ولمن أتى عليهن من غير أهلهن، لمن كان يريد الحج والعمرة۔ یہ مواقیت، اور ان سے احرام باندھ لینے کی پابندی ان لوگوں کے لئے ہے جو حج وعمرہ کے ارادہ سے آئیں۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی باوقار پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ

☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔

☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ

☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت

☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق: 150 قیمت: Rs.200/-Net

مولانا عبدالمنان شکراوی، دہلی

زنا کی سنگینی اور فرد و سماج پر اس کے برے اثرات

اس میں ذرا بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ شریعت اسلامیہ میں اصلاح کا مکمل سامان موجود ہے۔اس میں کچھ واجبات ہیں اور کچھ حدود و پابندیاں ہیں۔اس نے ظاہری و باطنی ہر طرح کی بے حیائی کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ وہ عفت وعصمت و پاکدامنی اور عزت وشرافت وقوت کا دین ہے۔اسی لیے اس نے ہر طرح کی ظاہری وباطنی بے حیائی کو حرام قرار دیا ہے۔کیونکہ بے حیائی، کمزوری و بربادی، ذلت ورسوائی کا سرچشمہ ہے۔اس کی شناعت و مذمت اس لے بھی ہے کہ اس سے براہ راست خطرناک بیماریاں پھیلتی ہیں جن سے جسم تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔عام بے حیائی کے کام یعنی برائیاں، زنا، چوری، شراب نوشی، دہشت گردی اور لوگوں پر مال و دولت، عزت و آبرو کے سلسلے میں زیادتی یہ سب کے سب گھر کے نظام میں بگاڑ پیدا کرنے والے ہیں۔کیونکہ اس سے خاندانی نظام کی چولیں ہل جاتی ہیں اور ازدواجی رشتے ٹوٹنے کی کگار پر پہنچ جاتے ہیں۔یہ ہی نہیں بچوں کی تربیت پر بھی اس کا برا اثر پڑتا ہے جس سے بکھراؤ، بے راہ روی اور جرائم پنپتے ہیں اور ان سے بھی بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (الاعراف:۳۳) ترجمہ: ’’آپ فرما دیجیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو اعلانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں۔‘‘

بے حیائی کے کاموں میں سب سے زیادہ شدید اور خطرناک کام زنا ہے۔یہ ایسا بدترین جرم اور مہلک بے حیائی ہے جو ہلاکت، ذلت و رسوائی، فقر و فاقہ، بیماری اور اللہ تعالیٰ کے غضب و ناراضگی کا پیش خیمہ ہے۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: سات ہلاکت خیز کاموں سے بچو۔ان میں آپ نے زنا کا بھی ذکر فرمایا۔بغیر نکاح کے مرد و عورت کے درمیان جسمانی تعلق قائم کرنے کا نام زنا ہے۔بہت سے مذاہب میں زنا کو حرام کام اور غیر اخلاقی عمل مانا جاتا ہے۔

پکا سچا مومن وہ ہے جو اللہ کے احکام کو بجالائے اور اس کے منع کردہ کاموں سے باز رہے اور ہر وقت اس کے ذہن و دماغ میں یہ بات جاگزیں رہے کہ زنا بے حیائی کا کام ہے۔یعنی یہ بہت برا کام ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ہر صاحب فطرت سلیمہ اسے ناپسند کرتا ہے۔یہ راہ بد ہے جو اس پر چلے گا اسے اصحاب عقل و دانش ناپسند کریں گے۔اس کی پذیرائی فاسق و فاجر لوگ ہی کر سکتے ہیں۔اگر زانی سچی توبہ نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جہنم کا دائمی عذاب مقرر کیا ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهاً آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِی حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِکَ يَلْقَ أَثَاماً يُضَاعَفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَاناً إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَأُولَئِکَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيماً (الفرقان:۶۸-۷۰) ترجمہ: ’’اور (اللہ کے بندے وہ ہیں جو) اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے۔نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا۔اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔‘‘

زنا کا ارتکاب کرنے والا دین کا بھی مجرم ہوتا ہے کیونکہ وہ ایسے عمل کا ارتکاب کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور اپنی ذات اور اپنی عزت و آبرو کا بھی مجرم ہوتا ہے کیونکہ اس نے اس گندے و پلید کام سے اپنے آپ کو گندہ کیا ہے، اپنی اور اپنے خاندان کی عزت کو بٹہ لگایا ہے، اسے نفسانی خواہشات کے لیے کھلا چھوڑ دیا ہے اور مردود شیطان کا مطیع و فرماں بردار بن گیا ہے۔

زنا کے جرم نے کتنے ہی خاندانوں کو برباد کر کے رکھ دیا اور شرم و حیا کا جنازہ نکال دیا۔اسی طرح زانی نے زنا کا ارتکاب کر کے اپنے خاندان میں ایسے افراد کو شامل کر دیا جو اس خاندان کا حصہ ہی نہ تھے۔اسی طرح میراث کا پیمانہ بھی گڑبڑا دیا کہ جو مستحق نہ تھا وہ مستحق قرار پایا، چنانچہ اس کی وجہ سے کتنے مستحقین کا حق مارا بھی گیا۔حسب و نسب برباد ہو گیا۔یہی نہیں بلکہ یہ عمل بد، آتشک، سوزاک اور السر جیسی نسل در نسل منتقل ہونے والی خطرناک بیماریوں کے پھیلنے کا سبب بھی بنتا ہے۔

زنا ایک عارضی اور وقتی تعلق ہے جو نتیجہ خیز نہیں ہوتا۔یہ ایک خالص حیوانی کام ہے جس سے شریف انسان دوری بنائے رکھتا ہے۔الغرض یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی

ہوئی ہے اوراس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ زنا انتہائی نقصان دہ عمل ہے اورفساد وبگاڑ اوراخلاقی پستی کے سب سے بڑے اسباب میں سے ہے۔اس سے خطرناک قسم کی بیماریاں جنم لیتی ہیں،زلزلے آتے ہیں،مصیبتیں اورفتنہ وفساد برپا ہوتا ہے،لوگوں کوتاریکیاں اوراندھیرے اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں،اس سے مجردرہنے اورناجائز شناسائی کا رجحان بڑھتا ہے اوراس طرح عیاشی، فحاشی، وبدکاری کا سبب بنتا ہے جس کی بناپر اسلام نے اس جرم کی سخت ترین سزا مقرر کی ہے۔جب سزا سخت ہے تو سوسائٹی ومعاشرے پر مرتب ہونے والے اثرات بھی سخت نقصان دہ ہونگے۔اسلام گنہگار پر مرتب ہونے والے اثرات کا معاشرے پر ہونے والے اثرات سے موازنہ کرتا ہے اوردونقصانوں میں سے ہلکے والے نقصان کے مطابق فیصلہ کرتا ہے جوکہ عدل وانصاف کا تقاضا ہے۔

جس قوم میں یہ بیماری رونما ہوتی ہے وہ اللہ کے عذاب کی مستحق ہوتی ہے۔جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:جب زنا کسی بستی میں ظاہر ہوتا ہے تو گویا اس کے باشندوں نے اللہ کے عذاب کواپنے نفسوں کے لیے حلال کرلیا یعنی وہ اس کے مستحق ہوگیے اورضرور بالضرور وہ ان پر نازل ہوکر رہے گا،اب وہ اس کا انتظار کریں۔(طبرانی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:جب بھی کسی قوم میں بے حیائی ظاہر ہوئی اوروہ اس کوسرعام کرنے لگی تو اس کے اندرمرض طاعون اورایسی ایسی بیماریاں عام ہوجائیں گی کہ وہ ان کے بزرگوں میں نہیں تھیں۔(مستدرک حاکم)

فرمان نبوی کے مطابق یہ بات سچ ثابت ہورہی ہے کیونکہ آج زنا کے باعث آتشک،سوزاک، ہرپس،ایڈزاورالسر جیسی خطرناک بیماریاں جنم لے رہی ہیں جن کا وجود پہلے کے لوگوں میں نہیں تھا اور یہ سب کی سب ہلاکت خیز ہیں۔

قرآن کریم میں زانی کے حال کومشرک کے حال کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: الزَّانِیُ لَا یَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ (النور:۳)

ترجمہ:''زانی مرد بجز زانیہ یامشرکہ عورت کےاورسے نکاح نہیں کرتا اورزنا کارعورت بھی بجز زانی یا مشرک مرد کے اور سے نکاح نہیں کرتی اورایمان والوں پر یہ حرام کردیا گیا۔''

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ زنا کے اثرات اوراس کے نتائج، فرد وسماج پر،زانی وزانیہ پر،اس کے شوہر یابیوی پر،گھروالوں اوراولاد پر بھی بے حد سنگین ہوتے ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:میں نہیں جانتا کہ قتل کے بعدزنا سے بڑا کوئی گناہ ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ زنا اورایمان ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے۔کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:زانی جس وقت زنا کا ارتکاب کرتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا۔(بخاری ومسلم)زانی اورزانیہ کا ایمان ختم ہوجاتا ہے اورنکل جانے کے بعد واپس نہیں آتا۔کتنے ہی زنا کرنے والے دیکھے گیے ہیں کہ زنا کے بعدان کا حال بدل گیا اوروہ حالت ایمان سے حالت کفریا حالت نفاق میں چلے گیے،انہیں واپس آنے کی توفیق نصیب نہیں ہوئی اوروہ کبھی کامیاب نہیں ہوپائے۔اللہ ایسی مصیبت سے اپنی پناہ میں رکھے۔آمین

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے زنا سے بچنے اورجنسی جذبات کوبھڑکنے سے روکنے کے لیے جنسی اختلاط،ناچ،فحش گانے،بھڑکیلی تصاویر،مشکوک نگاہیں غرضیکہ جس سے بھی جذبات بھڑک سکتے ہوں،سب پر بندشیں اورپابندیاں عائد کی ہیں تاکہ گھراورخاندان پرکسی بھی قسم کی اخلاقی کمزوری کا گزرنہ ہوسکے۔امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب درج ذیل اشعار میں ایک عملی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ جو زنا کا ارتکاب کرتا ہے اس کا خمیازہ اس کے گھر ہی میں سے کسی کواٹھانا پڑتا ہے:

ان الزنا دين فان اديته
كان الوفاء من أهل بيتک فاعلم
من يزن يزنى به ولو بجداره
ان كنت ياهذا لبيبا فافهم
من يزن فى بيت بألفى درهم
فى بيته يزنى بغير الدرهم
ياهاتكا ستر الرجال وقاطعا
سبل المودة عشت غير مكرم

بیشک زنا ایک قسم کا قرض ہے اگر تونے اس کا ارتکاب کیا ہے تو جان لے کہ تیرے گھروالے اسے ادا کریں گے۔جوزنا کرے گا تو اس سے زنا کیا جائے گا گرچہ اس کی دیوار ہی سے سہی۔اگرتم عقل مند ہوتو یہ بات اچھی طرح سمجھ لو۔جوشخص گھر میں دوہزار درہم دے کربھی زنا کرے گا اس کے گھر میں بغیر درہم کے زنا کیا جائے گا۔اے لوگوں (کی آبرو) کا پردہ چاک کرنے والے اورمحبت کے راستوں کوکاٹنے والے توعزت کی زندگی نہیں گزارسکتا۔

اللہ تعالیٰ ہم کوزنا وبے حیائی کے کاموں کی سنگینی کوسمجھنے اوران سے اپنے آپ کو،اپنے اہل وعیال اورسماج ومعاشرہ کوبچانے کی توفیق نصیب کرے۔آمین

☆☆☆

تحریر: دکتور ہاشم علی الاہدل

ترجمہ وتوضیح: مولانا ابوالقاسم عبدالعظیم مدنی

لہو ولعب اور باطل سے اشتغال

خالی اوقات کو پر کرنے کے ضرر رساں اور ذاتی تربیت کے صحیح رخ کو موڑ دینے کے ذرائع میں سے لہو ولعب اور باطل میں مست رہنا بھی ہے، خاص طور سے ٹیلی ویژن اور ریڈیو وغیرہ کے بہت سے پروگراموں کے پیچھے آدمی غلط امور میں ڈوب جاتا ہے۔ کمپیوٹر، ویڈیو اور ریڈیو اور یہ آلات جدیدہ اس حیثیت سے مضرت میں ممتاز ہیں کہ یہ اپنے مشاہدین کو اپنی تیز اور خیرہ کن حرکات جدید ٹکنالوجی کی مدد سے بروئے کار لاکر ابھار دیتے ہیں حالانکہ ان آلات جدیدہ کے کچھ معمولی فوائد بھی ہیں۔

افسوس ناک بات یہ ہے کہ ٹیلی ویژن اور اسکرین پر جو صورتیں دیکھنے والے کے سامنے لگاتار آتی رہتی ہے وہ تنقید کے ملکہ کے خلاف رکاوٹ کا پتھر بن کر کھڑی ہوجاتی ہیں۔ پھر وہ صورتیں شعوری طور سے اس کے باطنی عقل کی جانب پلٹ جاتی ہیں تاکہ وہ مسلمات وحقائق بن جائیں۔ جب کوئی شخص لگاتار اسی حالت میں رہتے ہوئے ہر پیش آنے والی تہذیب وثقافت اور عادات وحالات کو جذب کرتا رہتا ہے تو ایک دن ایسا آجاتا ہے کہ اس کی اپنی خواہش اور ذاتی واصلی شخصیت فنا ہوکر رہ جاتی ہے۔ اس طرح گویا یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ ٹیلیویژن اور اس جیسے آلات کا تعلیم وتربیت میں بہت محدود اثر ہے۔

مروان کجک کہتے ہیں: ''تعلیم کی سب سے بہتر قسم مجلس تعلیم میں حاضری اور شرکت ہے۔ ٹیلی ویژن دیکھنا صرف اخذ وحصول پر مبنی ہے، اس میں باہم تعامل نہیں ہے۔ ٹیلی ویژن دیکھنا صرف توجہ پر مرکوز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے معلومات تو برقرار رہتی ہے لیکن اس کے بعد ہم باہم تعامل نہیں کرپاتے اور یہ بھی نہیں جان پاتے ہیں کہ کس چیز سے تعاون کریں۔ جب آپ ٹیلی ویژن برابر دیکھتے ہیں تو گویا اپنے آپ کو عدم تفاعل کی ٹریننگ دے رہے ہیں اور آپ کے اندر منفی پہلو پروان چڑھ رہا ہے۔'' (مروان کجک: الاسرۃ المسلمۃ امام الفید یو والتلفز یون (ص ۹۵ ط: دار طیبہ۔ ریاض ۱۴۰۸ھ)

اتنا ہی نہیں بلکہ ٹیلی ویژن مختصر وقت میں اس عمارت کی بنیاد ڈھا دیتا ہے جسے مربیان سالہا سال میں تیار کرتے ہیں یعنی ٹیلی ویژن مدارس ومساجد اور خاندانی تربیت کی کارکردگی کے برخلاف تربیت کی کارکردگی کو رواج دیتا ہے۔ (طیبہ الیجی: بصمات علی ولدی (ص ۳۵) ط: مکتبۃ المنار الاسلامیہ۔ کویت ۱۴۰۹ھ)

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ٹیلی ویژن اور ریڈیو کا نفس انسان پر کتنا برا اثر پڑتا ہے ان برے نتائج کا ظہور ٹی وی پروگرام دیکھنے کے فورا بعد یا پروگرام ختم ہوتے ہی نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات زیادہ دنوں بعد ہوتا ہے۔ مروان کجک یہ بھی کہتے ہیں: ''یہ بات یقینی ہے کہ یہ برے نتائج معلومات کے ملتے اور نفس میں اس کے پیوست ہوتے ہی فوراً ظاہر نہیں ہوتے بلکہ یہ دوسرے پروگراموں کی آمیزش کے نتیجہ میں کچھ وقفہ کے بعد ظاہر ہوتے ہیں جو ایسے پروگراموں کی کثرت کے نتیجہ میں اپنا عمل دکھاتے ہیں اور داخل کو خارج کی طرف اپنے متحرک کردار کی صورت میں ڈھکیلتے ہیں جو باہم تعاون سے ایسے غیر ارادی عمل کے ترجمان ہوتے ہیں جو مختلف معنی ومفہوم کی شکل میں نفس میں رچ بس گئے ہیں اور نفس میں اپنے آثار واہداف اور اغراض ومقاصد چھوڑ چکے ہیں۔ (الاسرۃ المسلمۃ امام الفید یو والتلفز یون (۱۰۶)

لیکن ان سب کے باوجود راقم الحروف کا خیال ہے کہ اگر ذرائع ابلاغ کو صحیح خطوط پر لگا کر ان سے فائدہ اٹھایا جائے اور ان کے پروگرام اور نشریات کی اپنے اسلامی عقائد اور معیار کے مطابق اصلاح کرلی جائے اور مسلمانوں کے بیش قیمت اوقات کو ضائع ہونے سے بچایا جائے تو ان کے بہت سے برے اثرات کی تلافی ممکن ہوسکے گی اور ذاتی تربیت وغیرہ کے مختلف میدانوں میں ان سے استفادہ ممکن ہوسکے گا۔

پیہم کوشش اور خطا:

یہ واضح حقیقت ہے کہ انسان کبھی غلطی کرتا ہے اور کبھی صواب کبھی کچھ قدم آگے بڑھتا ہے اور دوسرا لڑکھڑاتا ہے۔ مگر حصول مقصد کی عزیمت اور امید وارادے کی پختگی اسے بار بار کوشش کرنے پر ابھارتی ہے۔ انسان اپنے عزائم کی تکمیل یا نئے تجربات کی تلاش اور انسانی اجتہادات وتحقیقات سے سرفرازی کے لئے کوشش اور خطا کے اسلوب کا سہارا لیتا ہے۔

کوشش اور خطا کا مطلب یہ ہے کہ کسی عمل کو ایک سے زائد کئی مرتبہ کیا جائے تاکہ ممکنہ کامیابی کی انتہا محقق ہوسکے۔ اسلامی تربیت کے اس اسلوب کی دلیل وہ مشہور حدیث ہے جو ''حدیث المسئی صلاتہ'' (یعنی غلط ڈھنگ سے نماز پڑھنے والے کے واقعہ پر مبنی حدیث ہے) حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے اسی وقت ایک دوسرا شخص بھی مسجد میں داخل ہوا، اس نے نماز

ادا کی، پھر آپ کے پاس آیا اور سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ’’جاؤ پھر سے نماز ادا کرو، تم نے نماز ہی نہیں ادا کی ہے۔‘‘ وہ شخص واپس گیا اور اس نے پھر سے نماز ادا کی۔

اس کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: ’’واپس جاؤ پھر سے نماز ادا کرو، تم نے نماز ہی نہیں ادا کی‘‘ (آپ نے تین مرتبہ اسے دوبارہ نماز ادا کرنے کے لئے کہا) اس کے بعد اس شخص نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، مجھے آپ نماز ادا کرنے کا طریقہ سکھلائیے، میں اس سے زیادہ بہتر طریقہ پر نماز ادا نہیں کرسکتا۔ (صحیح البخاری (۷۵۷، ۷۹۳، ۶۲۵۱، ۶۶۶۷، صحیح مسلم (۳۹۷۔فواد ۸۸۵۔دار السلام)

اس حدیث میں محل استشہاد یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کی غلطی پر جب متنبہ کیا تو انہوں نے اپنے تئیں غلطی کے اصلاح کی کوشش کی اور وہ ایسا کرسکتے تھے مگر عدم جانکاری کی وجہ سے جب اصلاح کرنے سے عاجز رہ گئے تو سوال کیا۔

تربیت کا یہ اسلوب دل میں بہت زیادہ جاگزیں ہونے والا اور بات کے قبول کرنے کا زیادہ داعی اور حافظہ میں زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ (عبدالرحمٰن الخلاوی: اصول التربية الاسلامية واساليبها (ص ۲۳۸) ط: دار الفکر: دمشق ۱۳۹۹ھ)

اس اسلوب کی ضرورت کی تائید کرتے ہوئے یالجن کہتے ہیں کہ ’’تجربہ کی تعریف یہ ہے کہ تربیت لینے والا بنیادی اخلاق وافکار اور پیش آمدہ حقائق کی روشنی میں خود کو آزمائے۔ کیونکہ یہ انداز اس کے نفس میں زیادہ مؤثر اور حقائق وافکار کی قیمت سمجھنے کے زیادہ قریب ہے۔‘‘ (جوانب التربية الاسلاميه الاساسيه (۳۵۳)

یہ بات یاد رہے کہ ہر کام کی عمدگی اور کامیابی جاننے کے لئے کوشش وخطا کا اسلوب اور طریقہ آزمانا درست نہیں ہے۔ مثلاً احکام شرعیہ میں شراب کی حرمت یا سودی لین دین وغیرہ کے احکام ومسائل، وہ تو خود اللہ حکیم وخبیر کے نازل کردہ ہیں۔ ایک سچا مومن بلا کسی تردد کے اپنے خالق کے ہر حکم کو بجالاتا ہے اور ہر ممنوع سے دور رہتا ہے۔ ہاں کسی امر کو استحکام بخشنے کے لئے پیہم کوشش کرنا شرعاً محبوب ومرغوب عمل ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ان اللہ يحب اذا عمل أحدكم عملا أن يتقنه ’’اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ بندہ جب کوئی عمل کرے تو اسے بہتر ڈھنگ سے کرے۔‘‘ (شعب الایمان بیہقی، صحیح الجامع الصغیر (۱۸۸۰) سلسلة الاحادیث الصحیحة (۱۱۱۳)

دوسری روایت میں ہے کہ (ان اللہ يحب من العامل اذا عمل أن يحسن) ’’اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کہ بندہ جب کوئی عمل کرے تو اچھی طرح کرے۔ (شعب الایمان بیہقی، صحیح الجامع الصغیر (۱۸۹۱)

نفس انسانی میں نقص کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے اس کا کوئی بھی عمل ابتدائی مرحلہ میں ٹھوس اور محکم نہیں ہوسکتا، اس لئے اسے محکم بنانے کے لئے لگاتار کوشش کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایک بلند پایہ انسان اوج کمال تک پہنچے کے لئے اس وقت تک پیہم کوشش کرتا رہتا ہے جب تک کہ وہ اپنا مطلوب حاصل نہ کرلے اور اپنی مراد کو نہ پہنچ جائے۔ انسان کی ذات اپنے پختہ ارادے، بیدار مغزی اور آگاہی سے اپنے کام کے حسن ادا اور خواہشات کی تکمیل کے لئے حضارت وثقافت، تہذیب وتمدن اور فعال اعمال ومحرکات کا محور بن جاتی ہے۔

’’التربية الذاتية من الكتاب والسنة‘‘ سے ترجمہ

☆☆☆

مضمون نویسوں سے گزارش

۱۔ مضمون صاف، خوشخط یا کمپیوٹرائزڈ بھیجیں۔
۲۔ مضمون کی اصل کاپی روانہ کریں۔ شائع شدہ مضامین ارسال نہ فرمائیں۔
۳۔ مضمون کی فوٹو کاپی دفتر کو ارسال نہ کریں، فوٹو کاپی میں بعض حروف مٹ جاتے ہیں جس کی وجہ سے ایسے مضامین کی اشاعت روک دی جاتی ہے۔
۴۔ مضمون نگار حضرات اپنا پورا پتہ اور موبائل نمبر ضرور لکھیں۔
۵۔ کسی مضمون میں اقتباس نقل کرتے وقت کتابوں کا حوالہ ضرور دیں۔
۶۔ قرآنی آیات اور احادیث کی پوری تخریج اور مصادر کا حوالہ ذکر کریں۔
۷۔ کسی دینی مسئلہ پر کوئی مضمون ہو تو اس پر ہر ناحیے سے بحث کرنے کے بعد راجح موقف بیان کریں۔
۸۔ اپنے مضامین میں پرجوش خطیبانہ یا منافرت پھیلانے والے اسلوب سے گریز کریں۔

(ادارہ جریدہ ترجمان)

مولانا محمد ایوب عمری

مولانا محمد ابراہیم رحمانیؒ کی دعوتی خدمات

نام۔محمد ابراہیم لقب۔بلبل ہند
ولدیت۔عبدالرحمٰن ولادت۔۱۹۰۵ء
جائے ولادت۔سینتھل ٹانڈہ
تعلیم۔جامعہ رحمانیہ دہلی اسی نسبت سے رحمانی
وفات۔۱۹۹۵۔۹۰ رسال کی عمر میں دن منگل ۹ مئی کو وفات پائی اور ٹانڈہ کے قبرستان میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نے کچھ دنوں سینتھل ٹانڈہ میں دینی خدمات انجام دیں اس کے بعد آپ دھونرہ تشریف لائے اور یہاں انہیں کافی پذیرائی حاصل ہوئی۔

سینتھل ٹانڈہ سے نقل مکانی کر کے دھونرہ میں سکونت اختیار کی اور یہیں سے اپنی دعوتی تعلیمی ورفاہی خدمات کا آغاز کیا۔

مولانا محمد ابراہیم رحمانیؒ نے اپنا دعوتی سفر جب شروع کیا تو آپ نے دھونرہ کو مرکزی حیثیت دی یہاں پر اہل حدیث جماعت کا وجود بھی نہ تھا کہ اللہ نے آپ کی کوششوں اور کاوشوں سے جماعت اہل حدیث سے یہاں کے لوگوں کو منسلک کیا اور یہیں سے دینی خدمات انجام دیتے رہے آپ نے یہاں پر رہ کر جامع مسجد اہل حدیث دھونرہ کی بنیاد رکھی ایک ادارے کا قیام کیا جس کی قیادت ڈاکٹر محمد عثمان رحمہ اللہ اور بابا محمد اسرائیل نے کی جن کی دینی وعلمی اور اصلاحی خدمات عیاں ہے کسی بھی قوم کے لئے ادارہ روح کی حیثیت رکھتا ہے آپ نے باہمی مشورے سے مدرسہ عربیہ دارالحدیث کی بنیاد رکھی جو آج بھی رواں دواں ہے آپ ہی بانی مدرسہ عربیہ دارالحدیث ہیں آپ نے صرف دھونرہ میں ہی یہ کام نہیں کیا بلکہ ضلع کی اکثر علاقوں میں دینی خدمات انجام دیں آپ نے دھونرہ میں نئی مسجد پھول باغ والی کا بھی سنگ بنیاد رکھا اور کئی مساجد اور مدارس کا سنگ بنیاد رکھا۔جن میں مدرسہ محمدیہ عربیہ دھونرہ ٹانڈہ الجامعۃ الاسلامیہ للبنات دھونرہ ٹانڈہ اور جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات دھونرہ ٹانڈہ بھی شامل ہے۔

مغربی یوپی کا سلفی ادارہ المعہد الاسلامی السّلفی رچھا آپ کی اور الحاج محمد عمر رحمہ اللہ کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔آپ نے اور محمد عمر رحمہ اللہ نے اس کا سنگ بنیاد ۱۹۲۸ء میں رکھا اور جامعہ کو ترقی دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی آپ کو اور الحاج محمد عمر رحمہ اللہ کو بھلایا نہیں جاسکتا آپ نے اس ادارہ کے لئے ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا آپ الحاج محمد عمر رحمہ اللہ کے ساتھ مدراس تشریف لے گئے اور وہاں پر بھی چندہ کیا وہاں رسیدوں سے ادارے کے لئے رقم کی وصولی ہوئی ساتھ میں انہوں نے آپ کو آپ کی تقاریر سے خوش ہو کر تحفہ وتحائف سے بھی نوازا جتنے تحائف ملے سب آپ نے ادارے کو دے دیئے اور ایک بھی تحفہ اپنے پاس نہ رکھا اس سے آپ کی دریا دلی اور جماعت کے لئے کچھ کرنے کے جذبے کا پتہ چلتا ہے جلیس بھائی مکھیا صاحب کے بقول آپ کا یہ سفر نہایت بیش بہا اور مفید رہا چچی لطیفہ زوجہ عبدالباقی صاحب کے کہنے کے مطابق کہیں آپ ادارے کے چندے کے لئے پہلی دفعہ کسی جگہ گئے تو وہاں کے لوگوں نے آپ سے کہا کہ ہم نئے لوگوں کو چندہ نہیں دیتے آپ یہاں سے جائیں آپ نے کہا کہ ہمارے لئے پرانے والے کافی ہیں نئے چندہ دینے والوں کی کیا ضرورت ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ نے کئی مساجد کا ضلع میں سنگ بنیاد رکھا ان میں سے ایک مسجد نئی سڑک والی جوکھن پور کا سنگ بنیاد اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھا اور شیر گڑھ ٹانڈہ کی جامع مسجد کی بنیاد بھی آپ نے رکھی آپ ضلع میں اپنی دینی خدمات قریہ قریہ اور قصبہ جات میں انتھک محنت کے ساتھ انجام دیتے رہے آپ کا دوستانہ تعلق علی نگر کے مکھیا محمد عثمان دادا محمد ایوب عمری سے اور دادا عبدالرحمان سے رہا اور ملا پور میں مولوی صدیق سسر مولوی عبدالنور راغب سلفی سے بھی رہا آپ کا تعلق علاقے کے بیشتر بارسوخ علماء اور زہاد سے رہا اور آپ کا تعلق بڑے بڑے زمینداروں اور تجارت کشوں سے بھی رہا آپ سے مسلمانوں کے تمام طبقے خوش رہتے تھے۔

آپ کی خطابت بڑی پر لطف اور دلنشیں تھی آپ کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات بڑے پر اثر اور بہت ہی سحر آفریں تھے آپ کی گفتگو نہایت ہی نرم تھی لوگوں کے قلوب آپ کی باتوں سے مسحور ہوجاتے آپ کی خطابت کا جادو سر چڑھ کے بولتا اسی لئے آپ کے پاس دور سے اجلاس کی دعوتیں آتی تھیں آپ ان اجلاس میں شرکت فرماتے تھے۔بارہ بنکی ،آگرہ، رامپور ،مراد آباد،لکھنؤ اور دیگر بہت ساری جگہوں پر آپ کے پروگرام ہوتے تھے آپ بریلی کی جامع مسجد میں ہر ہفتہ جمعہ پڑھانے جاتے تھے آپ کے پاس جماعتی احباب کے تو دعوت نامے آتے تھے دستار بندی کے موقع پر سرائے خام میں ہر سال آپ کو اجلاس میں بلایا جاتا تھا آپ رامپور کے نواب کے یہاں بھی تقریر کرنے جائے آپ کی اس خطابت کی وجہ سے آپ کو بلبل ہند کا لقب ملا تھا۔آپ ٹانڈہ میں نہر والی مسجد میں بھی جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے اور اہل ٹانڈہ سے بھی آپ کو دلی لگاؤ تھا آپ کی اہل ٹانڈہ بہت عزت کیا کرتے

تھے۔ آپ کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے اور آج بھی دھونرہ ٹانڈہ کے لوگ عزت دیتے ہیں اور آپ کی اولاد و نسل کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کرتے ہیں اللہ ان سب کی محبت کو ہمیشہ باقی رکھے آمین یارب العالمین آپ نے ہندوستان کے اکثر حصوں میں تقریریں کی ہیں اور آپ کو وہاں سے کافی پذیرائی حاصل ہوئی تھی۔ آپ نے اپنی علمی صلاحیت کا لوہا منوایا ہے جب جماعت کو جہاں بھی ان کی ضرورت محسوس ہوئی آپ کو جماعت نے وہیں پایا ہے آپ ایک اچھے مقرر وخطیب ہونے کے ساتھ مناظر بھی تھے۔

شیخ جہاں روحانی معالج تھے وہیں اللہ نے آپ کو جسمانی معالج ہونے کا اچھا ہنر دیا تھا حکیم محمد اسماعیل جو ٹانڈہ کی مشہور شخصیت گزرے ہیں وہ ان کے ہی شاگرد تھے شیخ نے انہیں بہت سارے گر سکھائے تھے ایک مرتبہ میں حکیم جی کی خدمت میں ان کی عیادت کو گیا تو انہوں نے شیخ کی بہت تعریف کی اور کہا کہ شیخ نے جہاں سے سند طب حاصل کی وہیں سے انہوں نے مجھے بھی سند طب دلائی لکھنؤ سے آپ نے سند طب کو حاصل کیا آپ کے تعلقات ہر طبقہ سے اس لئے بھی رہے کہ آپ حاذق حکیم تھے نباض وقت تھے دینی اور اصلاحی طور پر بھی شیخ نباض تھے موقع پر ایسی بات کرتے کہ سامنے والا مبہوت رہ جاتا آپ نے اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کے لئے کافی کوشش کی۔ لیکن قسمت کی بات کہ اولاد کے حصے میں کچھ کم ہی تعلیم کا حصہ آیا اور کوئی ان کی طرح عالم دین نہ بن سکا۔ والد محترم کی بات کا لحاظ رکھتے ہوئی ان کے بڑے بیٹے نے اپنی ایک بیٹی صائمہ کا رشتہ ایک عالم دین فاضل محمد ایوب سے کیا۔

جلیس بھائی مکھیا اور فضیلۃ الشیخ استاد محترم اعجاز احمد صاحب نے آپ کے حج کا ایک واقعہ بیان کیا مجھے بہت خوشی ہوئی آپ دونوں نے بتایا کہ شیخ جب حج کر کے واپس آئے تو انہوں نے بتایا کہ میں جب حج کو گیا تو میں نے حرم شریف میں بغیر اجازت توحید پر مشتمل خطاب کیا لوگ بغور سننے لگے ایک شخص یہ سب دیکھ رہا تھا وہ میری تمام تقریر کو سنتا بھی رہا اور اس کا ریکارڈ بھی کرتا رہا اس نے یہ تقریر والیان حکومت تک پہنچادی وہاں ایک شیخ آئے انہوں نے مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ان الدین عندا لله الاسلام اس پر شیخ نے برجستہ جواب دیا ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الآخره من الخاسرین وہ بہت خوش ہوا اور اس نے شیخ کو اپنی دعوت پر بلایا اس نے آپ کی بہت عزت افزائی کی۔ غرض یہ کہ آپ کی دعوت صرف اپنے پیارے وطن تک ہی محدود نہ رہی بلکہ مسلمانوں کے مرکز میں بھی رہی۔ اللہ نے ہم سب کو اسلاف کے نقوش راہ پر چلنے کی توفیق دے۔

آپ کی حیات کے یہ چند گوشے ہیں جن میں ہمارے لئے بہت ساری نصیحتیں ہیں اللہ دعوت دین میں ہمیں اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق اور علماء اہل حدیث کی نسل کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور دعوت الی اللہ کے کام سے ہمیں فیضیاب فرمائے۔ آمین یارب العالمین ☆☆

اہل حدیث منزل کی تعمیر و تکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد
اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پر زور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے : (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدر پور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind
A/c: 629201058685
ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

جماعتی خبریں

"رابطہ جمعیت اہل حدیث کنونشن برائے عاملہ ضلعی جمعیات اہل حدیث آندھراپردیش" بحسن و خوبی اختتام پذیر: مورخہ 29/ جون/ 2025 بروز اتوار صوبائی جمعیت اہل حدیث، آندھراپردیش، ضلعی جمعیتوں کی تربیت واصلاح اور آپسی تعلقات کو استوار کرنے کے لئے ایک روزہ اجلاس بعنوان: '' رابطہ جمعیت اہل حدیث کنونشن برائے عاملہ ضلعی جمعیات اہل حدیث'' صبح نماز فجر تا مغرب بمقام ڈاکٹر دین شادی خانہ، وشاکھا پٹنم، زیر صدارت فضیلۃ الشیخ فضل الرحمٰن صاحب عمری حفظہ اللہ، امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث، آندھراپردیش، مہمان خصوصی فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالقیوم صاحب/ حفظہ اللہ، نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند منعقد کیا گیا، جس میں ملک کے نامور خطباء، واعظین اور مقررین نے شرکت کی۔

پروگرام کا آغاز صبح نماز فجر کے بعد فضیلۃ الشیخ شمیم فوزی مدنی/ حفظہ اللہ نے درس قرآن سے کیا۔ پہلی نشست کا آغاز نو بجے ہوا، سب سے پہلے فضیلۃ الشیخ عبد الغفار عمری/ حفظہ اللہ نے علماء کرام کا پرتپاک استقبال کیا، مولانا محمد ریان عمری/ حفظہ اللہ نے تلاوت کلام اللہ سے کنونشن کا آغاز کیا، فضیلۃ الشیخ حسن عمری/ حفظہ اللہ، امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث، وشاکھا پٹنم نے استقبالیہ کلمات پیش کیا، اور شیخ عبدالغفار عمری/ حفظہ اللہ، ناظم اعلیٰ صوبائی جمعیت اہل حدیث، آندھراپردیش، نے کنونشن کا تعارف کرایا۔

پہلی نشست کی نظامت فضیلۃ الشیخ موسیٰ جامعی/ حفظہ اللہ نے بحسن وخوبی انجام دی، فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالغنی عمری/ حفظہ اللہ نے'' جماعت کی اہمیت وافادیت'' فضیلۃ الدکتور سعید احمد مدنی/ حفظہ اللہ نے'' اہل حدیث کا منہج اور اس کے ضوابط'' فضیلۃ الشیخ نازل قریشی مدنی/ حفظہ اللہ نے'' علماء بیزاری دور حاضر کا فتنہ'' فضیلۃ الشیخ محمد اکرام اللہ عمری/ حفظہ اللہ نے'' جمعیت ایک سمندر'' (بزبان تلگو) کے عناوین پر خطاب فرمایا تھا۔ دوسری نشست کی نظامت فضیلۃ الشیخ عثمان غنی سنابلی/ حفظہ اللہ نے کی، اس نشست میں فضیلۃ الشیخ عبدالحسیب عمری مدنی/ حفظہ اللہ نے'' جمعیت، وسعت نظری'' دوسرے مقرر فضیلۃ الشیخ عبدالسلام جامعی/ حفظہ اللہ نے'' مکاتب کی اہمیت وضرورت'' کے عناوین پر خطاب کیا تھا۔ اس کے بعد فضیلۃ الشیخ فضل الرحمٰن قریشی عمری/ حفظہ اللہ، امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث، آندھراپردیش، کے ہاتھوں صوبائی جمعیت کا مکتبی تعلیمی نصاب کے دو کتابوں کا اجراء کیا، اور اس کے غرض وغایت پر روشنی ڈالی۔

پھر تقریر کا سلسلہ شروع ہوا فضیلۃ الشیخ خلیل اللہ جامعی/ حفظہ اللہ نے'' مسلمانوں! آؤ اتحاد کی طرف'' فضیلۃ الشیخ ابوبکر بیگ عمری/ حفظہ اللہ نے'' علمی دولت تربیتی نصاب'' (بزبان تلگو) کے عناوین پر خطاب فرمایا تھا۔ تیسری اور آخری نشست کا تلاوت کلام اللہ سے آغاز ہوا، نظامت کی ذمہ داری فضیلۃ الشیخ عظمت اللہ عمری/ حفظہ اللہ نے نبھائی ہیں، نشست کے پہلے مقرر معروف ومشہور داعی شریف صاحب/ حفظہ اللہ، متعلم جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے'' مناصب کے حقوق'' (بزبان تلگو) عنوان پر تقریر فرمائی۔ اس کے بعد صوبہ آندھراپردیش کے کونے کونے سے تشریف لائے ہوئے ضلعی جمعیات اہل حدیث کے ذمہ داروں نے اپنے اپنے ضلع کی رپورٹ پیش کی، فضیلۃ الشیخ حافظ ابوہریرہ سلفی ومدنی/ حفظہ اللہ نے'' فتنوں کے دور میں جمعیت کا کردار'' فضیلۃ الشیخ شمیم فوزی مدنی/ حفظہ اللہ نے'' خواتین کی اصلاح میں جمعیت کا کردار'' کے عناوین پر خطاب فرمایا تھا۔ مہمان خصوصی فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالقیوم صاحب/ حفظہ اللہ، نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند، نے اپنے تاثرات پیش کئے، اس کے بعد فضیلۃ الشیخ فضل الرحمٰن قریشی عمری/ حفظہ اللہ نے صدارتی خطاب فرمایا، مقرر علمائے کرام نے اپنے پرمغز خطابات سے ذمہ داروں کی تربیت پر، یکسوئی واتحاد پر، موقع محل کے اعتبار سے جمعیت کا کردار، وسعت نظری، علمی تقاضے، ذمہ داریاں اور گیرائی وگہرائی پر روشنی ڈالی۔

آخر میں جناب فاروق خان صاحب/ حفظہ اللہ خازن صوبائی جمعیت اہل حدیث، آندھراپردیش، نے سامعین کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کیا۔

رحیم آباد میں علمی واستقبالیہ پروگرام سے امیر محترم کا خطاب: یکم جون ۲۰۲۵ء بروز اتوار کو مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی اپنے ہونہار فرزند ڈاکٹر اسعد کے نومولود بچے کے عقیقہ مسنونہ میں شرکت کے لئے بنگلور وارد ہوئے۔ عقیقہ کے ہی دن فرصت کو غنیمت جانتے ہوئے یہاں کے احباب جماعت خصوصاً جامعہ دارالتوحید رحیم آباد کے احباب نے امیر محترم کو ارادہ میں مدعو کیا۔ اس موقع پر آپ کے اعزاز میں مسجد محمدی رحیم آباد میں ایک علمی اور استقبالیہ پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ اس پروگرام کا آغاز جامعہ دارالتوحید کے متعلم حافظ محمد معاذ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا جبکہ جامعہ کے ہی طالب علم حافظ عبدالمقیت نے نعت شریف پیش کیا۔ اس استقبالیہ وعلمی اجلاس سے صدارتی خطاب کرتے ہوئے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے کہا کہ معاشرہ کی اصلاح جماعت وجمعیت کے مشن کا حصہ ہے جماعتی احباب اور جماعتی اکائیاں اس مشن کو کامیاب بنانے میں سرگرمی اور فعالیت کا مظاہرہ کریں۔ انھوں نے کہا کہ کسی بھی تنظیم کے لئے اس کے افراد کی فعالیت ہی تنظیم کو کامیاب بناتی ہے اور افراد ہی کے ذریعہ تنظیم کے ہدف کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ انھوں نے ضلعی جمعیت کے ذمہ داران سے اپیل کرتے ہوئے کہا کہ یہاں پر علم دین اور عصری علوم کی اشاعت کے لئے منصوبہ بند طریقہ سے کام کریں تاکہ ہمارا تعلیمی مشن بھی پورا ہو۔ اس سے قبل جامعہ دارالتوحید کے ناظم مولانا حافظ عبدالرحمٰن عمری نے استقبالیہ کلمات پیش کرتے ہوئے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے دینی، تعلیمی، دعوتی، رفاہی اور خدمت خلق کا مختصر تذکرہ کیا۔ پروگرام کے اختتام پر مدرسہ کے نائب ناظم مولانا صغیر اصلاحی نے سامعین وجملہ شرکاء خصوصاً مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی سے رحیم آباد آمد پر اظہار تشکر پیش کیا۔ ☆☆

گاؤں محلّہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے
اورمکاتب میں تجوید وتعلیم قرآن کریم کا اہتمام کیجئے!

حضرات! قرآن کریم بنونوع انسان وجنان کے نام اللہ رب العالمین کا آخری پیغام ہے۔ جونبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، جو ہدایت کا سرچشمہ، عبرت وموعظت کا ذریعہ اوردین وشریعت اور توحید ورسالت کا اولین مرجع ومصدر ہے، جس کا حرف حرف علم وعرفان اورحکمت وموعظمت کے موتیوں سے لبریز ہے، جس کی تعلیم وتعلم اورتلاوت باعث ثواب اور جس پرعمل فوز وفلاح اورسعادت دارین کا سبب اور ضمانت ہے اورقوموں کی عزت وذلت اورعروج وزوال اسی سے مربوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اول یوم سے اس کی تلاوت وقرأت اور اس پرعمل کا خصوصی اہتمام کیا، حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کے مکاتب ومدارس قائم کئے اورسوسائٹی میں اس کی تعلیم واتباع کوخصوصیت کے ساتھ رواج دیا۔ نتیجتاً وہ اس اہتمام بالقرآن کی برکت سے ہرمیدان میں اوج کمال تک پہنچے۔لیکن بعد کے ادوار میں یہ روشن روایت دن بدن کمزور پڑتی گئی۔ خود برصغیر میں تعلیم وتفسیر قرآن کریم تو کجا تجوید وقرأت کا عرصہ تک کماحقہ اورمضبوط انتظام نہ ہوسکا اورنہ اس پرخصوصی توجہ مبذول کی گئی۔ حالانکہ تعلیم وتعلم قرآن میں علم تاویل وتفسیراورغوروفکر کے ساتھ ساتھ تجوید بھی مقصود تھا اور ہمارے نبی کریم محمد ﷺ نے اس کی بڑی تاکید بھی فرمائی تھی۔

مقام شکر ہے کہ چند دہائی قبل مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سمیت مختلف جہات سے تعلیمی بیداری مہم کے نتیجے میں مدارس وجامعات اورمکاتب ومساجد میں تجوید قرآن کریم کا مبارک سلسلہ شروع ہوا تھا جس کے ملکی سطح پر بہترین ثمرات سامنے آئے۔ پورے ملک میں مکاتب بڑے پیمانے پرقائم ہوئے اور بہت سی بستیوں میں مکتب کی تعلیم کے زیراثر بچوں کی ذہنی طور پرنشوونما ہونے لگی۔لیکن روز بروز بدلتے حالات کے پیش نظرعصری تعلیم گاہوں اور کنونٹس اورگاؤں میں مدارس کی وجہ سے مکاتب بہت متاثر ہوئے۔لہٰذا مکاتب کو بڑے اورعمدہ پیمانے پر پروان چڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل کودین کی بنیادی باتوں اورقرآن کریم سے روشناس کرایا جاسکے۔

لہٰذا آپ حضرات سے دردمندانہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے خصوصی توجہ مبذول کریں اور اپنے گاؤں اورمحلوں میں صباحی ومسائی مکاتب کے قیام کو یقینی بنائیں، اگرقائم ہیں تو ان کی سرگرمی وفعالیت میں بہتری لائیں، قدیم نظام کا احیاء کریں، ان میں تجوید وتعلیم قرآن کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ جماعت وملت کے نونہالوں کو دین واخلاق سے آراستہ کرسکیں اورانھیں دین وعقیدہ پرقائم رکھ سکیں۔

اللہ تعالی ہم سب کوایک ہوکر دین حنیف، جماعت وجمعیت اورملک وملت کی مخلصانہ خدمت انجام دینے کی توفیق بخشے، ہرطرح کے فتنے اورآزمائش سے محفوظ رکھے اورعالمی مہلک وبا کورونا وغیرہ سے سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اپیل کنندگان

اصغرعلی امام مہدی سلفی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ودیگر ذمہ داران

"Registered with the Registrar of Newspapers for India"
JARIDA TARJUMAN
(FORTNIGHTLY)
AHL-E-HADEES MANZIL, 4116, URDU BAZAR,
JAMA MASJID, DELHI - 110006
PH. : 011 - 23273407, TELEFAX : 23246613

R.N.I. No-39374/80
REGD. DL(DG-11)/8064/2023-25
Licenced to Post Without
Pre-payment in
LPC, Delhi RMS Delhi-110006
Under U (C) - 277/2023-25
July 16-31-2025

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اپنی نوعیت کا منفرد

اکیسواں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

بتاریخ
4-5/ اکتوبر 2025ء
بمطابق: ۱۱-۱۲/ ربیع الآخر ۱۴۴۷ھ
ہفتہ، اتوار
بوقت: ۸ بجے صبح تا ۹ بجے شب
ان شاء اللہ

بمقام **اہل حدیث کمپلیکس**
D-254 ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر اوکھلا، نئی دہلی – ۲۵

رجسٹریشن کی آخری تاریخ
28/ **ستمبر** 2025ء

مقابلے کے زمرے

اول: حفظ قرآن کریم کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
دوم: حفظ قرآن کریم بیس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
سوم: حفظ قرآن کریم دس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
چہارم: حفظِ قرآن کریم پانچ پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
پنجم: ناظرہ تلاوت قرآن کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
ششم: سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق کے ترجمے اور تفسیر کا تحریری امتحان

☆ ترجمہ وتفسیر (سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق) کا تحریری امتحان بتاریخ ۴/ اکتوبر ۲۰۲۵ء بروز ہفتہ بمقام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی منعقد ہوگا اور اس کا پرچہ سوالات مصحف مطبوع مجمع الملک فہد ۱۴۱۷ھ ترجمہ مولانا جوناگڑھیؒ کی روشنی میں تیار کیا جائے گا۔
☆ ان شاء اللہ نقد انعامات کے علاوہ دیگر انعامات بھی دیئے جائیں گے، نیز دیگر شرکاء کے لیے بھی کچھ تشجیعی انعامات ہوں گے۔

ضروری معلومات نیز فارم حاصل کرنے کے لیے فوراً رابطہ قائم کریں:
مسابقۂ تجویدوحفظ وتفسیر قرآن کریم کمیٹی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند،
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد دہلی۔۶،
فون: 23273407، موبائل: 9213172981, 8744033926
مسابقہ فارم جمعیت کی ویب سائٹ www.ahlehadees.org سے بھی ڈاؤن لوڈ کیا جاسکتا ہے۔
نیز مسابقہ فارم مرکزی کے آفیشیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر بھی موجود ہے اور جریدہ ترجمان کے آئندہ شماروں سے بھی کاپی کیا جاسکتا ہے۔
نوٹ: آمد ورفت کے اخراجات بذمہ امیدوار ہوں گے۔ قیام وطعام کا انتظام مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جانب سے ہوگا۔

Total Pages 32

Printed & Published by Mohammad Tahir, on behalf of Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind, and printed at M.S. Printers, A-145, Gali No.8, Chauhan Banghar, Seelampur and published from Ahle Hadees Manzil 4116, Urdu Bazar, Jama Masjid, Delhi-110006.
Editor. Md Khurshid Alam